وحدت امت کا داعی اور غلبہ اسلام کا علمبردار

پندرہ روزہ

الشریعۃ

گوجرانوالہ

زیر سرپرستی:

شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر دامت برکاتہم

زیر ادارت:

ابو عمار زاہد الراشدی

الشریعۃ اکادمی

مرکزی جامع مسجد گوجرانوالہ

امریکہ اور اسلام

امریکہ میں چینل گیارہ پر "جیری سپرنگر شو" مقبول ترین ٹیلی ویژن پروگراموں میں سے ایک ہے۔ اس شو میں ایسی لڑکیوں کو بلایا جاتا ہے جنہیں اپنے بوائے فرینڈ سے شکایت ہے اور ایسے لڑکوں کو بلایا جاتا ہے جنہیں اپنی گرل فرینڈ سے شکوہ ہوتا ہے۔ جیری سپرنگر دونوں کو آمنے سامنے بٹھاتا ہے اور ان میں ڈائیلاگ شروع کراتا ہے۔ کچھ ہی دیر میں پتہ چلتا ہے کہ دونوں میں غلط فہمی کی وجہ سے کوئی تیسرا ہے اور پھر تیسری لڑکی یا تیسرا لڑکا بھی سٹیج پر نمودار ہوتا ہے۔ اکثر اوقات دھینگا مشتی شروع ہو جاتی ہے' لڑکیاں ایک دوسرے کے کپڑے پھاڑ دیتی ہیں' لڑکے آپس میں لہولہان ہو جاتے ہیں' طرح طرح کے الزمات اور عجیب وغریب حرکات سے ناظرین خوب محظوظ ہوتے ہیں۔ سٹیج پر ایک لڑکے کے کئی لڑکیوں اور ایک لڑکی کے کئی لڑکوں سے ناجائز تعلقات کا بھانڈا پھوٹتا ہے' محبت ایک مذاق نظر آتی ہے اور انسانیت کا سر شرم سے جھک جاتا ہے۔ شو کے آخر میں جیری سپرنگر انتہائی سنجیدگی سے ناظرین کو مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے کہ جب تک ہم ایک دوسرے سے وفا نہیں کریں گے' ہماری محبتیں پروان نہ چڑھیں گی' کیونکہ محبت صرف تعلقات کا نہیں بلکہ ایک دوسرے کے ساتھ سچائی اور ایک دوسرے پر اعتماد کا نام ہے۔

"جیری سپرنگر شو" دیکھ کر یہ احساس ہوتا ہے کہ جن روایات کو مشرقی ممالک میں ایک مخصوص طبقہ لبرل ازم اور ترقی پسندی کی علامت سمجھتا ہے' امریکہ میں ان روایات کی مذمت شروع ہو چکی ہے کیونکہ ان روایات نے امریکی معاشرے میں اخلاقی بگاڑ کے سوا کچھ پیدا نہیں کیا۔ وائٹ ہاؤس کے سامنے فحاشی وعریانی کے خلاف مظاہرے شروع ہو چکے ہیں۔ اے بی سی ٹیلی ویژن روانہ ایسے پروگرام نشر کر رہا ہے جن میں فحاشی یا عریانی کو ایسی بیماری قرار دیا جاتا ہے جو جرائم کو جنم دیتی ہے۔ واشنگٹن کے بعد نیو یارک میں بھی مجھے ایسے اداروں میں جانے کا اتفاق ہوا ہے جہاں الکوحل یعنی شراب کے استعمال کے خلاف تحقیقات اور منصوبہ بندی شروع ہو چکی ہے۔ یہاں آ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ امریکی حکومت آہستہ آہستہ طالبان کی پالیسیاں اختیار کر رہی ہے۔ پاکستان میں فحاشی وعریانی اور شراب کے خلاف بات کرنے والوں کو مولوی اور قدامت پرست قرار دیا جاتا ہے لیکن پاکستان کے ماڈرن اور ترقی پسند دانشور امریکی ارباب اختیار اور ذرائع ابلاغ کو کیا کہیں گے جو عورتوں اور مردوں کے آزدانہ میل جول کے نقصانات اور شراب کے خلاف مہم چلانے میں مصروف ہیں؟ پاکستان واپسی پر میرے سامان میں آدھے سے زیادہ وزن ایسی کتابوں' ریسرچ رپورٹوں اور دیگر مواد کا ہوگا جن میں شراب کو دماغ اور جسم کی کمزوری' طلاقوں میں اضافے' سڑکوں پر حادثات اور اکثر جرائم کی وجہ قرار دیا گیا ہے۔ امریکی ارباب اختیار اور ذرائع ابلاغ اسلام کی سچائی کا اعتراف کریں نہ کریں' لیکن امریکہ آ کر مجھے اسلام کی سچائی کا پہلے سے زیادہ احساس ہوا ہے۔ اسلام نے جن چیزوں کو چودہ سو سال قبل حرام قرار دیا تھا امریکہ آج انہی چیزوں کو مضر صحت قرار دے رہا ہے لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ عام امریکیوں کو اسلام کے بارے میں زیادہ آگاہی حاصل نہیں ہے۔ وہ اسلام کو لڑنے مرنے اور چار شادیاں کرنے کا مذہب سمجھتے ہیں۔ عرب شیوخ نے اسلام کو یہاں خوب بدنام کیا ہے اور باقی کسر طالبان کے خلاف یکطرفہ پراپیگنڈے نے پوری کر رکھی ہے۔ ۹ مئی کو پورے امریکہ میں "مدرز ڈے" یعنی ماؤں کا دن منایا جاتا ہے۔ امریکیوں کو کسی نے یہ نہیں بتایا کہ مسلمان جنت کو ماں کے قدموں تلے سمجھتے ہیں۔ امریکیوں سمیت پورے مغرب کو اسلام کی اصل تعلیمات سے آگاہ کرنے کے لیے علمائے حق کو انگریزی کے علاوہ فرنچ اور جرمن زبانوں پر توجہ دینا ہوگی اور اشاعت اسلام کے ماڈرن طریقے اختیار کرنا ہوں گے۔ بات کرنے کا طریقہ ٹھیک ہو تو امریکی بہت جلد یہ اعتراف کر لیں کہ جنہیں ہم جنگجو' لڑاکے' بنیاد پرست اور جاہل قرار دیتے تھے' وہی حق پر ہیں۔

(بہ شکریہ روزنامہ اوصاف' اسلام آباد)

پندرہ روزہ
الشریعہ
گوجرانوالہ

الشریعہ اکادمی گوجرانوالہ کا ترجمان

جلد ۱۰ | ۲۶ جون تا یکم جولائی ۱۹۹۹ء | شمارہ ۱۲-۱۳

زیر سرپرستی
حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر
حضرت مولانا صوفی عبد الحمید سواتی

رئیس التحریر
ابو عمار زاہد الراشدی

مدیر
حافظ محمد عمار خان ناصر

مدیر منتظم
عامر خان راشدی

زر مبادلہ
سالانہ ایک سو روپے
فی پرچہ پانچ روپے
بیرونی ممالک سے
دس امریکی ڈالر سالانہ

خط و کتابت کے لیے
مرکزی جامع مسجد
پوسٹ بکس 331 گوجرانوالہ
فون و فیکس
0431-219663
ای میل
alsharia@paknet4.ptc.pk
ویب ایڈریس
http://www.ummah.net/al-sharia

نرخنامہ اشتہارات
آخری صفحہ — دو ہزار روپے
اندرونی صفحہ ٹائیٹل — پندرہ سو روپے
اندرونی صفحہ عام — بارہ سو روپے

فہرست مضامین

کلمہ حق	رئیس التحریر	۴
کمیٹی کی مروجہ صورتوں کا شرعی حکم	مولانا مفتی محمد عیسیٰ خان	۵
خاندانی منصوبہ بندی کے طبی نقصانات	عبد الرشید ارشد	۹
بینک سے ملنے والا منافع	مولانا محمد عبد المنتقم	۱۱
اسلامی اقتصادی نظام کیوں ضروری ہے؟	صائمہ اکبر احمد	۱۴
جرس کارواں	ادارہ	۱۷

مسعود اختر پرنٹرز میکلوڈ روڈ لاہور میں چھپا اور حافظ محمد امین خان زاہد نے مرکزی جامع مسجد گوجرانوالہ سے شائع کیا

کلمہ حق

توہین رسالتؐ پر موت کی سزا کا قانون

مذہبی امور کے وفاقی وزیر راجہ محمد ظفر الحق گزشتہ دنوں گوجرانوالہ تشریف لائے اور جلیل ٹاؤن میں مسیحی راہنما فادر روفن جولیس کی طرف سے "یوم تکبیر" کے سلسلہ میں منعقدہ تقریب سے خطاب کیا جس میں دیگر سرکردہ مسلم لیگی راہنما بھی شریک ہوئے۔ فادر روفن جولیس کی طرف سے "یوم تکبیر" کے حوالہ سے تقریب کا انعقاد ایک خوش آئند امر ہے جس سے ملکی دفاع اور سالمیت کے ساتھ اقلیتوں کی وابستگی اور دلچسپی کا اظہار ہوتا ہے اور موصوف نے اس موقع پر ملکی دفاع اور پاکستان کے ایٹمی قوت بننے کے بارے میں جن جذبات کا اظہار کیا ہے، وہ بلاشبہ قابل قدر ہیں۔ البتہ اس تقریب کی مناسبت سے توہین رسالتؐ کی سزا کے قانون کے بارے میں فادر روفن جولیس کے استفسار پر وفاقی وزیر مذہبی و اقلیتی امور نے جو بات کہی ہے، وہ توجہ طلب ہے اور اس سلسلہ میں کچھ معروضات ہم پیش کرنا چاہتے ہیں۔

لاہور کے ایک قومی روزنامہ کی رپورٹ کے مطابق فادر روفن جولیس نے راجہ محمد ظفر الحق سے کہا کہ توہین رسالت کی سزا کے قانون کے غلط استعمال اور بے گناہ افراد کے اس کی زد میں آنے کی روک تھام کے لیے ایف آئی آر کے اندراج کے طریق کار میں تبدیلی کی جائے اور اس قانون کے تحت کسی ایف آئی آر کے اندراج سے قبل ڈپٹی کمشنر، ایس ایس پی اور معززین علاقہ کی ایک کمیٹی قائم کر کے اس کی طرف سے تفتیش کو ضروری قرار دیا جائے اور اگر اس کمیٹی کے نزدیک ایف آئی آر درج کرانے والا شخص ثبوت فراہم نہ کر سکے تو اسے سخت ترین سزا کا مستوجب ٹھہرایا جائے۔ توہین رسالتؐ کی سزا کے قانون کا مختصر پس منظر یہ ہے کہ ہمارے ہاں ابتداء میں توہین رسالتؐ کے جرم کی سزا تین سال قید تھی جسے غالباً" جنرل محمد ضیاء الحق کے دور میں بڑھا کر دس سال کر دیا گیا مگر سپریم کورٹ کے سینئر وکیل جناب محمد اسماعیل قریشی اور دیگر حضرات نے اسے وفاقی شرعی عدالت میں چیلنج کر دیا کہ شرعاً" توہین رسالت کی سزا موت ہے اور تین سال یا دس سال قید کی سزا شرعی حکم کا تقاضا پورا نہیں کرتی اس لیے اسے ختم کر کے شرعی سزا نافذ کی جائے چنانچہ وفاقی شرعی عدالت نے اس موقف کو تسلیم کرتے ہوئے حکومت کو پابند کر دیا کہ وہ ایک معینہ مدت کے اندر توہین رسالت پر موت کی سزا کا شرعی قانون نافذ کر دے اور اس پراسس کے ساتھ ملک میں یہ قانون نافذ العمل ہو گیا۔ اس قانون پر ملک بھر میں سیکولر لابیوں کی طرف سے شور مچایا گیا کہ یہ قانون آزادی رائے اور مذہبی آزادیوں کے معروف تصور کے منافی ہے۔ بین الاقوامی تنظیموں اور عالمی ذرائع ابلاغ کے علاوہ بعض اقلیتی گروہوں نے بھی اس احتجاج کو نمایاں کرنے میں کردار ادا کیا حتیٰ کہ اقوام متحدہ، ایمنسٹی انٹرنیشنل اور امریکی وزارت خارجہ کی سالانہ رپورٹوں میں اس کا تذکرہ ہونے لگا مگر یہ واویلا پاکستان کی رائے عامہ کے سامنے کارگر نہ ہو سکا اور پاکستانی عوام نے توہین رسالتؐ پر موت کی سزا کے قانون کے حق میں ایک دن کی مکمل ملک گیر اور پرجوش ہڑتال کر کے دنیا پر واضح کر دیا کہ وہ ناموس رسالتؐ کے تحفظ کے مسئلہ پر کسی مصلحت یا مرعوبیت کا شکار ہونے کے لیے تیار نہیں ہیں۔

اس کے بعد اس قانون کے مخالفین نے اپنی حکمت عملی تبدیل کی اور موت کی سزا کی مخالفت میں لچک پیدا کر کے یہ کہنا شروع کر دیا کہ چونکہ اس قانون میں موت کی سزا رکھی گئی ہے اور قانون کے غلط استعمال سے بے گناہ افراد کو سزا ہو جانے کا خدشہ ہے اس لیے اس قانون کے نفاذ کے طریق کار کو اس طرح تبدیل کر دیا جائے کہ ایف آئی آر کے اندراج سے قبل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اپنے طور پر تحقیق کر کے تسلی کر لیں اور ان کی تسلی کے بعد ایف آئی آر درج کی جائے۔ اس مقصد کے لیے ملکی اور بین الاقوامی سطح پر دباؤ کو منظم کیا گیا اور اس کے نتیجہ میں دو سال قبل کسی باضابطہ اعلان کے بغیر عملاً اس طریق کار کو نافذ کر دیا گیا جس کے بعد اس نوعیت کے بعض مقدمات ہمارے علم میں ہیں کہ مذکورہ شرط کی وجہ سے ایف آئی آر کا سرے سے اندراج بھی نہیں ہو سکا۔ اب اس بات کو آگے بڑھایا جا رہا ہے کہ ابتدائی تفتیش کی ذمہ داری میں ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے ساتھ ایس پی اور معززین علاقہ کو بھی شامل کیا جائے اور ایف آئی آر درج کرانے والے شخص کو مذکورہ کمیٹی کو مطمئن نہ کر سکنے کی صورت میں سخت ترین سزا کا مستوجب قرار دیا جائے۔ فادر روفن جولیس نے راجہ محمد ظفر الحق سے یہی بات کہی اور مذکورہ خبر کے مطابق راجہ صاحب نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ وہ اس تجویز پر وزیر اعظم سے بات کریں گے۔

اس سلسلہ میں ہم دو گزارشات پیش کرنا چاہتے ہیں۔ ایک یہ کہ اس سارے عمل کا اصل مقصد توہین رسالتؐ پر موت کی سزا کے قانون کو عملاً غیر موثر بنانا ہے تاکہ اگر کہیں اس جرم کا ارتکاب ہو تو کوئی شخص الٹا خود پھنس جانے کے خوف سے ایف آئی آر درج کرانے کی جرات نہ کرے اور اگر کوئی آدمی جرات کر کے پیش قدمی کر ہی لے تو کمیٹیوں کے چکر میں معاملہ اس قدر الجھ جائے کہ مقدمہ کی باضابطہ کاروائی کی نوبت نہ آئے ورنہ ہمارے ہاں اس کے علاوہ دیگر بعض جرائم پر بھی موت کی سزا کا قانون نافذ ہے۔ ان قوانین کا بھی بسا اوقات غلط استعمال ہو جاتا ہے اور انتقامی کارروائیوں، جھوٹی شہادتوں اور عدالتی بدعنوانیوں کے جتنے خدشات کا اظہار اس قانون کے نفاذ کے سلسلے میں کیا جا رہا ہے، وہ سب خدشات موت کی سزا والے دیگر قوانین کی صورت میں بھی پوری طرح موجود ہیں لیکن وہاں کوئی لابی اس قسم کا مطالبہ نہیں کر رہی کہ ایف آئی آر کے اندراج کو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ یا کسی کمیٹی کی پیشگی تفتیش کے ساتھ مشروط کیا جائے اور اگر اس پیشگی تفتیش میں ایف آئی آر غلط ثابت ہو جائے تو درج کرانے والے شخص کو سزا کا مستحق قرار دیا جائے۔ اگر یہ خدشات درست ہیں اور ان کا پیشگی تدارک ضروری ہے تو یہ طریق کار ان تمام قوانین کے نفاذ میں ضروری ہونا چاہئے جن میں موت کی سزا مقرر کی گئی ہے اور اگر موت کی سزا والے دیگر قوانین میں یہ طریق کار ضروری نہیں سمجھا جاتا تو صرف توہین رسالتؐ کے قانون کے لیے یہ امتیازی طریق کار اختیار کرنے کا مطلب اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ اس قانون کو غیر موثر بنانے کے لیے سازش کی گئی ہے جو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی پیشگی تسلی کی شرط کی حد تک تو پوری ہو چکی ہے اور اب ایف آئی آر درج کرانے والے کو سزا کا مستحق قرار دینے کے لیے سازباز کی جا رہی ہے۔

دوسری گزارش یہ ہے کہ اصولاً" اسلام اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ سنگین سزا کی صورت میں غلط الزام لگانے والے کو بھی سزا ملنی چاہئے جیسا کہ زنا کی سزا اسلام میں سب سے زیادہ سخت ہے لیکن اس کے ثبوت کا معیار بھی اسی درجہ کا سخت ہے کہ چار عینی گواہوں کے بغیر یہ جرم ثابت نہیں ہو سکتا اور اس جرم قبیح کا کسی پر ثبوت کے بغیر الزام لگانے کو اسلام میں مستقل جرم قرار دیا گیا ہے جسے "قذف" کہتے ہیں اور اس کی سزا ۸۰ کوڑے ہے حتیٰ کہ اگر کسی شخص نے کسی پر زنا کا الزام لگایا اور عدالت میں ثبوت پیش نہ کر سکا تو وہ قذف کا مجرم قرار پا کر ۸۰ کوڑوں کی سزا کا مستحق ٹھہرے گا مگر یہ سارا عمل عدالت ہی کے ذریعہ مکمل ہو گا۔ باضابطہ عدالت سے ہٹ کر اس کے لیے اس کسی الگ طریق کار کو اسلام قبول نہیں کرتا۔ (بقیہ ص ۱۶ پر)

مولانا مفتی محمد عیسیٰ خان گورمانی

کمیٹی کی مروجہ صورتوں کا شرعی حکم

زیر بحث موضوع کے حوالے سے اہل علم کے مابین اختلاف موجود ہے۔ ذیل میں مولانا مفتی محمد عیسیٰ خان صاحب کا نقطہ نظر پیش کیا جا رہا ہے۔ ادارہ کا اس کے تمام نکات سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

یاایها الذین امنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوه لعلکم تفلحون ○ (سورہ مائدہ آیت ۹۰)

"ایمان والو! شراب، جوا، بت اور پانسے گندگی ہیں، شیطان کا کام ہے، ان سے اجتناب کرو تا کہ تمہیں فلاح حاصل ہو"

امام ابوبکر احمد جصاص رازیؒ (متوفی ۳۷۰ھ) جوئے کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں۔

"اہل علم کی ایک جماعت نے قمار کی جملہ اقسام کو میسر قرار دیا ہے۔ یہ لفظ تیسیر سے مشتق ہے، بمعنی آسان کرنا۔ اہل عرب اونٹ ذبح کر کے جب اس کے حصے بنا لیتے تھے تو اس کی تقسیم میں جوئے سے کام لیتے تھے۔ اس کو تقسیم کا بہتر اور آسان طریقہ خیال کرتے تھے۔ چند تیروں کو اپنی وضع کردہ اصلاح کے مطابق ادھر ادھر چلاتے۔ جس کا تیر نکل آتا اور اس پر جو علامت ہوتی، اتنا حصہ اسے مل جاتا۔ کبھی کسی کا تیر پھڑپھڑاتا ہوا جاتا تو اسے کچھ نہ ملتا اور دوسرا شخص کامیاب ہو جاتا اور اپنے حصہ سے بھی زیادہ لے لیتا اور اس کا دارومدار ایک دوسرے کو فکر اور اندیشے کی بنا پر مال کا مالک بنا دینا ہوتا ہے۔ ہر شخص نتائج سے قبل ایک فکر میں مبتلا ہوتا ہے کہ اسے کیا ملے گا۔ کم، زیادہ یا صفر کے درجہ میں ہو گا، اس میں اس کی محنت، عمل اور شرکت معاملہ کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ جو اضافی رقم اس کو ملی ہے، وہ اس کی محنت اور سعی کا صلہ نہیں ہے بلکہ یہ رقم عقد اور معاملہ میں اس شرط کے باعث حاصل ہوئی ہے کہ اس سے قبل اس شرط کا وجود اور عدم ہر شریک کے لیے خطرے اور تشویش کا موجب ہے۔ (احکام القرآن جلد ۲ ص ۴۶۵)

مروجہ بیعانہ کا حکم

بیع و شرا کے عقد اور معاملات میں جہاں جس کی ایک شق میں بھی تردد اور خطرہ پایا جاتا ہو، بجائے فائدہ کے نقصان کا اندیشہ لاحق ہو۔ اس میں نقصان کی اس شرط کو ملحوظ رکھا گیا ہو کہ فریقین اس سودے پر مقررہ میعاد تک رضامند ہو جائیں تو فبہا ورنہ اگر مشتری اس سودے کو مسترد کر دے تو بطور تاوان اس کی رقم ضبط کر لی جائے گی، اور اگر بائع کو منظور نہ ہو تو بیعانہ سے دوگنی رقم کا ادا کرنا اس پر لازم ہو گا"

اس شرط کی وجہ سے یہ عقد باطل ہے، اس تردد اور اندیشہ کے اختلاط سے ساری محنت اکارت ہوئی۔

آنحضرت ﷺ کا بیع عربان سے منع کرنا ہی اسی مقصد پر مبنی ہے۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عربان نامی بیع سے نہی فرمائی ہے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں (واللہ اعلم) ہمارے ہاں اس کی تفسیر یہ ہے کہ ایک شخص غلام یا لونڈی خرید کرتا ہے یا کرایہ پر سواری کے متعلق بات طے کر لیتا ہے پھر جس سے سامان خریدا ہے اس کو یا سواری کے مالک کو کہتا ہے میں تمہیں ایک دینار یا درہم یا اس سے کم وبیش رقم دیتا ہوں اس شرط پر کہ اگر میں نے سامان اٹھا لیا اور کرایہ کی سواری پر سواری کر لی تو یہ رقم سامان کی قیمت یا سواری کے کرایہ میں شمار ہو گی اور اگر میں نے سامان کی خریداری اور جانور کی سواری چھوڑ دی تو پیشگی رقم جو میں نے جمع کرائی ہے، وہ تیری ہے تو یہ عقد باطل ہے" (زرقانی جلد ۳ ص ۹۴، ۹۵)

نیل الاوطار میں علامہ شوکانیؒ بیع عربان میں نہی کی علت کے متعلق تحریر فرماتے ہیں

"عربان نامی بیع سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لیے روکا ہے کہ اس میں دو فاسد شرطیں پائی جاتی ہیں۔ خریدار اگر سودا چھوڑ دیتا ہے تو شرط کی وجہ سے اس کی پیشگی رقم مفت میں گئی اور بیچنے والا رضامند نہ ہو تو بطور شرط کے اسے دگنا دینا پڑتا ہے"

اس بیع میں جوا اور ربا دونوں بدرجہ اتم پائے جاتے ہیں۔ پہلی صورت میں مشتری کی رقم ضائع ہوئی، بائع کو بیع کے ساتھ کچھ اور بھی مل گیا، یہ ربا ہے۔ دوسری صورت میں مشتری کو پیشگی رقم کی واپسی کے ساتھ اتنی رقم اور بھی مل گئی۔ اور مقررہ مدت کی آمد سے پہلے معلوم نہیں تھا۔ ہر شخص تاوان سے ہراساں تھا اور انعام کی فکر میں تھا کہ تاوان کس پر پڑتا ہے۔ یہ بعینہ قمار ہے۔

ان اصولی اور تمہیدی کلمات کے بعد اب ہم اصل موضوع کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

مروجہ کمیٹی کی چند صورتیں اور ان کا شرعی محاسبہ

اس وقت ہمارے معاشرے میں کمیٹی نے بڑا رواج پایا ہے۔ یہ

دراصل قرضے کا اشتراک ہوتا ہے۔ چند افراد مل کر یہ طے کر لیتے ہیں کہ اتنی مدت تک کے لیے کھاتہ میں ہر شریک مقررہ رقم جمع کرائے گا۔ پھر حسب شرائط قرعہ سے یا بغیر قرعہ کے جمع شدہ رقم تقسیم کی جاتی ہے اور کل رقم ایک شخص کو دی جاتی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس یکے بعد دیگرے سب کے سب شرکاء اس عقد سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور یک مشت اتنی خطیر رقم سے انسان اپنی اہم ضرورت پوری کر سکتا ہے۔

کمیٹی کی چند صورتیں!

(۱) دس اشخاص دس دس ہزار روپے کی شرکت سے ایک لاکھ روپے جمع کر لیتے ہیں اور حسب معاہدہ ساری رقم ایک شخص لے لیتا ہے۔ اب اس کے پاس اپنی رقم کے علاوہ نوے ہزار روپے اضافی جمع ہو گئے، غور طلب بات یہ ہے کہ یہ اضافی رقم جو اس کو پیشگی حاصل ہوئی ہے، اس نے اس کا کون سا معاوضہ ادا کیا ہے؟ ہاں شرکاء نے آپس میں اپنی اپنی باری میں ایک دوسرے کو قرض دینے کا جو عہد کیا ہے، یہ اضافی رقم اس کی مرہون منت ہے۔ کمیٹی کی یہ وہ صورت تھی جس میں مالک کی اصل رقم میں کمی بیشی نہیں ہوئی۔ نمبروار فائدہ اٹھانے میں تقدیم و تاخیر واقع ہو گئی ہے۔ کمیٹی کی اس صورت میں شرعاً چار خرابیاں ہیں جن کی تفصیل کمیٹی کی جملہ صورتوں پر تبصرہ کے عنوان سے آپ مطالعہ کریں گے۔

(۲) لاکھ روپے کی اس کمیٹی میں اگر ایک شخص یہ کہتا ہے کہ مجھے لاکھ روپے کی بجائے پچانوے ہزار روپے فی الفور دے دیے جائیں جیسا کہ رائج ہے تو اس صورت میں اس پانچ ہزار روپے کے عوض کمیٹی خرید لی اور ساری رقم سے فائدہ اٹھا لیا۔ لیکن پانچ ہزار روپے کی کمی کے باعث یہ نقصان میں رہا اور دوسروں کو اس پانچ ہزار میں سے اضافی روپے مل گئے۔ ایسی صورت میں شریعت کی دونوں شقوں کی خلاف ورزی کی گئی۔ یعنی رقم کا پیشگی مل جانا اور ادھار میں کمی بیشی کرنا۔

نوٹ: اس طریقہ کار سے اتنی بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ کمیٹی کی ساری رقم سے پہلے فائدہ اٹھانا بڑی منفعت کی چیز ہے۔ اگر یہ فائدے کی اور قیمتی چیز نہ ہوتی تو کچھ عرصہ بعد ملنے والی رقم کو یہ شخص پانچ ہزار روپے کے عوض نہ خریدتا۔ ادھار میں کمی کر کے اسے جلدی وصول کرنے کو شریعت مقدسہ نے ربا کہا گیا ہے۔

۱۔ عبد اللہ عمرؓ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص کا دوسرے پر میعادی قرض ہے۔ صاحب حق اپنے قرض میں سے اس شرط پر کچھ چھوڑ دے تاکہ دوسرا اسے جلدی ادا کرے تو انہوں نے اسے ناپسند کیا اور منع فرمایا۔ (موطا امام مالک ص ۲۷۹)

۲۔ زید بن اسلمؒ کہتے ہیں دور جاہلیت میں ربا یہ ہوتا تھا کہ جب قرض کی میعاد پوری ہوتی تو قرض خواہ قرضدار سے کہتا تھا کہ ادا کرنا چاہتا ہے یا ربا دینا چاہتا ہے؟ اگر وہ ادا کر دیتا تو فبہا ورنہ مالک قرض میں اضافہ کر کے میعاد بڑھا دیتا۔ (موطا امام مالکؒ ص ۲۷۹)

۳۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں جس صورت میں مالک اپنے حق کا کچھ حصہ قرضدار کے جلدی ادا کرنے کے باعث چھوڑ دیتا ہے، ربا جاہلیت کے قائم مقام ہے۔ یہ بھی بعینہٖ ربا ہے جس میں کوئی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ (موطا امام مالکؒ ص ۲۷۹)

(۳) کمیٹی کی تیسری صورت یہ ہے کہ سو آدمی کمیٹی میں شرکت کرتے ہیں اور اس میں طے پاتا ہے کہ جن چالیس آدمیوں کا قرعہ پہلے نکلے گا ان کو بالترتیب ایک مخصوص حصہ دے کر فارغ کر دیا جائے گا۔ یہ لوگ فائدے میں رہے۔ اس کے بعد کمیٹی کا ذمہ دار شخص ساٹھ آدمیوں کو ان کی جمع شدہ رقم کی مقدار فی الفور ادا کر دے گا۔ اس میں کمیٹی جمع کرنے والا شخص کافی پیسے کما لیتا ہے۔

اس شکل میں تین واضح خرابیاں ہیں۔

۱۔ چالیس آدمیوں کو اضافی رقم کا ملنا
۲۔ رقم کا پیشگی مل جانا
۳۔ قرعہ اندازی سے اپنی قسمت کا فیصلہ کرنا

نوٹ: بعض لوگ کہتے ہیں کہ قرعہ اندازی کو شرعاً تسلیم کیا گیا ہے اور اس کے ذریعے سے جو چیز حاصل ہو، وہ جائز اور حلال ہونی چاہیے، لہٰذا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم قرعہ اندازی کی صحیح صورت حال پر بحث کر کے اس کی شرعی حیثیت واضح کریں۔

ایسی قرعہ اندازی جس میں قرعہ ڈالنے والوں کے حقوق مساوی نہ ہوں اور صرف قرعہ کی بنیاد پر ان کا حق تسلیم کیا جائے، قمار اور جوا کہلاتا ہے۔ مشرکین مکہ جوئے کے تیروں سے اپنی قسمت معلوم کرتے تھے جسے قرآن مجید نے ناپاک شیطانی عمل کہا ہے۔ امام ابوبکر حصاص رازیؒ فرماتے ہیں

"حقوق میں قرعہ اندازی کے دو معنی ہیں۔ ایک تو یہ کہ قرعہ اندازی میں شریک تمام لوگوں کو ایک شریک کو حق دینے پر رضامند کرنا، درال حالیکہ اس ایک شریک کا حصہ باقی سے کم نہ ہو مثلاً عورتوں کی باری کی تقسیم اور قاضی کے پاس پہلے مقدمہ لے جانے میں قرعہ اندازی۔ اور دوسرا معنی اس قرعہ اندازی میں ہے جو ان غلاموں کے درمیان ہو جنہیں مریض آدمی آزاد کرے اور اس آدمی کا غلاموں کے سوا کوئی مال نہ ہو جیسا کہ شوافع کہتے ہیں" (احکام القرآن ج ۲ ص ۴۶۵)

جیسے وہ قرض جس میں اضافہ کی شرط ہو، ربا ہے۔ اس کا ذکر قرآن مجید میں ہے، اسی طرح ہر وہ قرض جو حصول منفعت کا ذریعہ ہو یا وہ قرض جو مشروط ہو یعنی اس شرط پر قرض دیتا کہ قرض دار بھی قرض خواہ کو دوبارہ قرض دے گا، اس کا ذکر حدیث میں اس طرح سے ہے۔

كل قرض جر منفعة فهو ربا (اعلاء السنن ج ۱۴ ص ۳۹۸، ۳۹۹)

یہ حدیث اگرچہ خبر آحاد میں سے ہے لیکن امت میں تلقی بالقبول کے باعث متواتر المعنی شمار ہوتی ہے۔ اس حدیث کی شرح وتفسیر میں متعدد اقوال ذکر کیے گئے ہیں جو ایک دوسرے کی تائید کرتے ہیں۔

۱۔ علامہ ابن حزم محلیٰ لکھتے ہیں کہ کسی کو اس شرط پر قرض دینا کہ وہ قرض سے کم واپس کرے یا اس سے زائد یا کسی اور نوع سے اس کی واپسی کرے، حلال نہیں ہے۔ صرف اس قدر اور اس قرض کی نوع سے واپسی درست ہے۔ یہ حکم اجماع قطعی سے ثابت ہے۔ (اعلاء السنن ج ۱۴ ص ۴۶۸، ۴۶۷)

۲۔ موفقؒ نے مغنی میں لکھا ہے کہ جس قرض میں زیادتی کی شرط لگائی جائے تو بلا اختلاف حرام ہے۔ اس کے بعد موفقؒ نے متعدد اقوال نقل کیے ہیں۔ ابن منذر کے مطابق

(الف) قرض خواہ اگر قرضدار پر زیادتی یا ہدیہ کی پیشگی شرط عائد کر کے قرض دے تو اس زیادتی اور ہدیہ کا لینا ربا ہوگا۔

(ب) ابی بن کعبؓ ابن عباسؓ ابن مسعودؓ نے ایسے قرض سے منع فرمایا ہے جو جلب منفعت کا باعث ہو کیونکہ کسی حاجت مند کو قرض دینا احسان اور حسن سلوک کی مد میں آتا ہے اور خدا تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ ہے۔ جب کوئی شخص قرض میں زیادتی کی شرط لگاتا ہے تو اس کو اپنے اصل موضوع سے خارج کر دیتا ہے۔ (اعلاء السنن جلد ۱۴ ص ۴۶۷، ۴۶۸)

ان عبارتوں میں جس شرط کا ذکر ہے، وہ دو طرح کی ہے۔ ایک وہ شرط جس میں برابر کا نفع ہوتا ہے یعنی اس شرط کی وجہ سے قرض خواہ کو اگر زائد فائدہ حاصل ہوتا ہے تو قرضدار بھی فائدہ حاصل کیے بغیر نہیں رہتا، جیسا کہ حسب ذیل عبارت سے واضح ہوتا ہے۔

"اس شرط پر کہ وہ اس کو اپنا مکان کرایہ پر دے گا یا اس کو کوئی چیز فروخت کرے گا یا یہ کہ قرضدار بھی قرض خواہ کو دوسری دفعہ قرض دے گا، یہ سب صورتیں ناجائز ہیں۔" (اعلاء السنن ج ۱۴ ص ۴۹۹)

دوسری وہ شرط جس میں صرف قرض خواہ کا فائدہ ہو اور قرضدار کا نقصان ہو تو ظاہر ہے کہ اس کی حرمت اس پہلی شرط کی حرمت کی نسبت زیادہ ہوگی۔

"اور اگر یہ شرط قرار پائی کہ قرضدار اپنا مکان قرض خواہ کو کم کرائے پر دے گا یا قرضدار قرض خواہ کا مکان معمول سے زیادہ کرائے پر لے گا یا وہ اس کو ہدیہ دے گا یا اس کا کوئی کام کرے گا تو یہ حد درجہ حرام ہے۔" (حوالہ مذکور)

سلسلہ شرائط میں امام سرخسیؒ بطور قول فیصل ارشاد فرماتے ہیں۔

"حدیث مذکور (یعنی کل شرط لیس فی کتاب اللّٰہ فھو باطل) میں اس امر کی دلیل ہے کہ صلح میں ایسی شرط لگائی جائے جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مخالف نہ ہو۔ جو شرط اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف ہوگی، اس کا لگانا جائز نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ہر وہ مشروط جس کا ذکر کتاب اللہ تعالیٰ میں نہیں ہے، وہ باطل ہے اگرچہ اس قسم کی سو شرائط ہی کیوں نہ ہوں۔ یہاں کتاب اللہ سے مراد حکم اللہ ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا حکم جیسا کہ آیت کتاب اللّٰہ علیکم میں ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا تم پر حکم ہے۔" (المبسوط للسرخسیؒ جلد ۲۰ ص ۱۳۸)

کمیٹی کی جملہ صورتوں پر تبصرہ

مندرجہ ذیل بالا دلائل اور تشریحات سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ مروجہ کمیٹی کی مختلف صورتوں میں شرعی نقطہ نظر سے چند خرابیاں پائی جاتی ہیں

(۱) اس رقم کے علاوہ اضافی رقم کا پیشگی حاصل ہو جانا اور اس سے نفع اٹھانا جو کہ ربا ہے۔

(۲) قرعہ اندازی کے ذریعے تقسیم کرنا، جب کہ ہر شخص کی تمنا یہی ہوتی ہے کہ میرا قرعہ پہلے نکلے اور یہ جوئے کی ایک قسم ہے۔

(۳) قرض مشروط یعنی قرض کے ساتھ یہ شرط لگانا کہ دوسری مرتبہ قرضدار بھی قرض خواہ کو قرض دے گا۔ ایسی صورت میں قرض تبرع اور احسان کی مد سے نکل کر معاملہ اور سود کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔

(۴) شرعی اعتبار سے کمیٹی میں قرض نے جب اپنی اصل وضع سے خارج ہو کر عقد اور بیع کی شکل اختیار کر لی ہے تو لازم ہے کہ نقدی دین ایک مجلس میں ہونا چاہیے کیونکہ سونے اور چاندی میں کمی بیشی اور ادھار ربا ہے حالانکہ کمیٹی کا کھاتہ ادھار پر چلتا ہے۔

(۵) کمیٹی میں جمع کردہ رقم میں کمی بیشی کرنا اور قرعہ میں پہلے آنے والے ناموں کی ایک خاص مقدار کو جنہوں نے چند ایک اقساط جمع کرائی ہوں، ان کو کمیٹی کی پوری رقم دے کر آئندہ اقساط جمع کرانے سے مستثنیٰ قرار دینا، یہ دونوں صورتیں عین ربا ہیں اور قمار میں داخل ہیں۔

بعض اہل علم کہتے ہیں کہ یہ قرض تعاون کی ایک صورت ہے اور کمیٹی جمع کرنے والا اس مجموعہ رقم کا امین ہے اور قرض میں تقابض فی المجلس شرط نہیں ہے لہٰذا یہ لین دین جائز ہے لیکن ان حضرات نے قرض اور عقد میں فرق نہیں کیا۔ قرض تو محض ایک تبرع اور احسان ہوتا ہے اور کمیٹی میں قرض کے عوض قرض بطور شرط کے ہوتا ہے تو یہ ایک معاملہ ہوا۔ معاملات شرعیہ میں مقاصد کا اعتبار ہوتا ہے نہ کہ محض الفاظ کا۔

کمیٹی جمع کرنیوالا اس معنی میں امین ہوتا ہے کہ آفات سماوی سے تلف ہونے والی رقم کا اس کو تاوان نہیں اٹھانا پڑتا۔ لیکن اس کے ساتھ وہ معاملہ شریک بھی ہوتا ہے۔ اور اس امانت میں وہ کمیٹی کی جملہ شرائط کا پابند ہوتا ہے۔ بغیر رضا مندی جملہ شرکاء کے وہ عند الطلب کسی ایک کے لیے قرض کی واپسی کا ذمہ نہیں اٹھاتا نیز امانت برائے حفاظت ہوتی ہے نہ کہ حصول نفع کے لیے اور یہاں کمیٹی میں شریک شخص کو امین منتخب کیا

جاتا ہے جو اس امانت میں حصہ دار ہوتا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ قرض میں تقابض فی المجلس شرط نہیں اور یہ بھی صحیح ہے کہ ایک خاص مدت تک دیے گئے قرض میں مدت کا شرعاً" اعتبار نہیں ہوتا کہ اگر کسی شخص کو قرض دیا تو وہ مقررہ مدت سے پہلے بھی طلب کر سکتا ہے اور کمیٹی میں تو مدت مقررہ کی شرط لگائی جاتی ہے۔ اس مدت سے پہلے قرض خواہ قرض طلب نہیں کر سکتا۔ جب ثابت ہوا کہ قرض کسی شرط کو قبول نہیں کرتا اور یہاں مدت کی شرط کمیٹی کی اصل غرض ہے تو کمیٹی کے معاملہ کو قرض پر کیسے قیاس کیا جا سکتا ہے؟ نیز کمیٹی جمع کرنے والا دوسرے ہر ایک فرد کو اس صرف اپنی رقم واپس، نہیں کرتا بلکہ حسب ضابطہ ہر فریق کی باری میں اس کے قرض کے ساتھ دوسرے شرکاء کی جمع شدہ اضافی رقم بھی واپس کرتا ہے اور یہ اس کے فرائض میں داخل ہے۔ اور قرض میں عند الطلب قرض کی رقم ادا کی جاتی ہے نہ کہ زیادہ۔

قرض میں امانت کی صورت تو یہ تھی کہ ایک شخص کسی کے پاس مختلف اقساط جمع کراتا ہے اور جب اتنی بڑی رقم جمع ہو جاتی ہے تو وہ اپنی ضرورت کے لیے اسے کام میں لاتا ہے۔

قرض میں منفعت کی ایک دو خرابیوں کی نشاندہی

ہمارے ہاں قرض کے ذریعے منافع حاصل کرنے کا رواج عام ہو گیا ہے۔ مالک دوکان کرایہ دار کو قرض کی شرط پر دکان کرایہ پر دیتا ہے۔ مالک جب تک وہ قرض واپس نہیں کرتا' کرایہ دار سے دکان خالی نہیں کرا سکتا اور قرض کی وجہ سے کرایہ میں بھی تخفیف ہو جاتی ہے۔ پھر اس میں پگڑی کا سسٹم چلتا ہے۔ ترقی کے اس دور میں پگڑی نے مختلف شکلیں اختیار کر لی ہیں۔ کرایہ دار کی منتقلی کے وقت اس میں بولی ہوتی ہے۔ بجائے خود یہ ایک مستقل کاروبار بن گیا ہے۔ دوسرے کرایہ دار پگڑی کی رقم جمع کراتا ہے جس سے پہلے کرایہ دار کو بھی اس پگڑی کے فروخت کرنے میں منافع کا موقع ملتا ہے۔ ساتھ ہی کرائے میں اضافہ ہو جاتا ہے جس سے مالک کو دو طرفہ فائدہ ہوتا ہے۔ دیکھئے کرایہ بشرط قرض کی ایک خرابی سے کتنی خرابیاں پیدا ہوتی چلی گئیں۔

ایسے ہی زمیندار کو مزارع بھی اس منصوبہ کے تحت قرض دے دیتا ہے۔ جب تک قرض واپس نہ ہو گا' اس وقت تک یہ زمین پر قابض رہے گا۔ شرح بٹائی بھی عام معمول سے زمیندار کم لے گا۔ مزارع کو یہ رعائتیں قرض کے باعث حاصل ہوتی ہیں۔

صحابہ کرامؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت میں جو سمجھا تھا' وہ یہی کہ قرض سے اس قسم کے فوائد حاصل کرنا ربا میں داخل ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ

"میں مدینہ آیا اور عبد اللہ بن سلام کو ملا۔ کہا میرے پاس کیوں نہیں آئے میں تجھے ستو پلاتا' خاص کھجوریں کھلاتا اور تو میرے گھر میں داخل ہوتا۔ (جس گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے تھے) پھر فرمایا کہ تو ایسی سر زمین میں رہتا ہے جہاں ظاہر وباہر ربا کا کاروبار ہوتا ہے جب تیرا کسی پر قرض ہو' وہ تجھے بطور ہدیہ بھوسہ' جو یا گھاس کی گانٹھ دینا چاہے تو مت لینا کہ یہ ربا میں داخل ہے۔ (بخاری ج ۱ ص ۵۳۸)

☆ بقیہ : بینک کا سود ☆

مشکل بھی دور ہو سکتی ہے اور بد دیانتی کا سد باب بھی ہو سکتا ہے' اس کے لیے ٹیکس کے نظام کو بھی قابل برداشت بنانا ہو گا' یہ انقلابی اقدامات اگرچہ بیش بہا قربانیوں کا تقاضا کرتے ہیں' لیکن اس کے بغیر ہمارے لیے چارہ کار بھی کوئی نہیں ہے' اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کے ہولناک نتائج اور دنیا و آخرت کی ذلت سے بچنے کے لیے ہمیں سودی نظام کو بہرحال خیرباد کہنا ہو گا' تابع فرمان بندہ اپنے خالق و مالک کے احکامات کے سامنے سر تسلیم خم کرتا ہے' حکم خداوندی کے آگے عقل چلانا بندگی کا شیوہ نہیں ہوتا۔ غیر مسلم اقوام پر عذاب نازل نہ ہونا ہرگز اس بات کی دلیل نہیں کہ سود جائز ہے۔ ان کے خلاف جہاد کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔ اگر کوئی یہ سوال کرے کہ کفر نعوذ باللہ اس لیے برحق ہے کہ وہ مادی طاقتوں سے لیس ہے اور اس کے پیروکار زیادہ ہیں تو اس منطق پر کیا کوئی صحیح العقیدہ مسلمان ایمان سے دستبردار ہو جانا پسند کرے گا؟ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی ہوئی مہلت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اصلاح احوال کی کوشش کرنی چاہیے۔ ڈھٹائی بہت خطرناک بات ہے۔

سود کا تاریخی مقدمہ چونکہ اس وقت سپریم کورٹ میں زیر سماعت ہے' اس لیے سود کے بارے میں درست معلومات حاصل کرنے کے لیے باشعور مسلمانوں میں نیک جذبہ محسوس کیا جا رہا ہے' اس موضوع پر مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مرحوم کی محققانہ تصانیف' تفسیر معارف القرآن' مسئلہ سود' اسلام کا نظام تقسیم دولت اور بیمہ زندگی وغیرہ کا مطالعہ بہت مفید ثابت ہوا ہے۔ مفتی صاحب مرحوم کے مایہ ناز فرزند اور فاضل جانشین' جسٹس مولانا مفتی محمد تقی عثمانی (جج شریعت ایپلٹ بنچ سپریم کورٹ آف پاکستان) کی محققانہ تالیفات "ISLAMIC FINANCE" ' اسلام اور جدید معیشت وتجارت' فقہی مقالات (تین جلدیں)' تکملہ فتح الملہم شرح صحیح مسلم سے بھی معاملات کی نت نئی صورتوں کے بارے میں بے بہا علمی وفکری رہنمائی حاصل کی جا سکتی ہے۔ نامور مصنف جناب سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی دلچسپ تالیف "سود" میں بھی سودی نظام کے معاشی اور مادی نقصانات کا جائزہ انتہائی دل نشین انداز میں لیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی فہم سلیم عطا فرمائے اور عمل مستقیم کی توفیق سے ہمارا مستقبل روشن فرمائے۔

عبد الرشید ارشد

خاندانی منصوبہ بندی کے طبی نقصانات

اگرچہ عقل و شعور اس بات کی تائید کرتے ہیں کہ خالق و مالک نے قرآن حکیم میں اور محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے انسان سے جو مطالبات کیے ہیں' وہ انسان ہی کی بھلائی کے لیے ہیں مگر عقل و شعور کا دعویدار کم فہم انسان اسے ملا کی سوچ' قرآن وحدیث کے لیے ملا کی "فرسودہ تاویلات" کہہ کر رد کر دیتا ہے اور "جدید ملا" کی زبان سے ہم آہنگ تحقیقات پر فریفتہ نظر آتا ہے اور دنیوی لذت کے لیے من پسند فتووں پر عمل کرتے ہوئے اپنی "عملی زندگی بمطابق شریعت" پر نازاں ہے۔

خاندانی منصوبہ بندی یا بہبود آبادی کی "ملک گیر تحریک یا باضابطہ محکمانہ سرگرمیوں" کے لیے قرآن و حدیث میں کوئی حکم' کوئی اجازت یا کوئی گنجائش موجود نہیں ہے البتہ ممانعت قرآن وحدیث میں واضح طور پر ملتی ہے۔ انفرادی سطح پر بہ امر حقیقی مجبوری اور ضرورت محدود گنجائش بہ کراہت پائی جاتی ہے' وہ بھی شرائط کے ساتھ' خدا خوفی کے ساتھ۔

انسان کے خالق کو اس امر کا بخوبی علم تھا کہ میری تخلیق کردہ انسانی مشین کے فطری فعل میں رکاوٹ اس مشین کو اس کے اصل مقاصد سے نہ صرف یہ کہ دور لے جائے گی بلکہ پوری مشین ہی کو تہس نہس کر دے گی۔ عمومی زندگی میں اسے کسی شعبہ زندگی پر منطبق کریں تو یہی کیفیت دیکھنے کو ملتی ہے اور یہی کچھ حضرت انسان کی اپنی جسمانی مشینری کا حال ہے۔

پیشتر اس کے کہ علم خاندانی منصوبہ بندی کے انسانی جسم و جان پر' اس کے اخلاق و کردار پر پڑنے والے اثرات بد کا ذکر کریں' ہم قرآن حکیم کا حکمت و دانائی سے بھرپور حکم آپ کے سامنے رکھتے ہیں' تا کہ حکم کی حکمت کے انحراف پر آپ بخوبی آگاہ ہوں۔

ولا مرنهم فليغيرن خلق الله (النساء: ۱۱۹) "اللہ کی تخلیق میں تغیر کرنا"

خاندانی منصوبہ بندی والے فوراً" کہیں گے کہ ہم تو کوئی قطع وبرید نہیں کرتے۔ مگر اس دعوے کے باوجود وہ تغیر کے مرتکب ہوتے ہیں' مثلاً عورت اور مرد کا مقصد تخلیق بندگی کے دیگر تمام تقاضوں کی طرح ایک تقاضے کے طور پر اولاد پیدا کرنا ہے اور اس میں رکاوٹ خواہ کسی بھی طریقہ سے ہو' غیر حکیمانہ اور مقصد سے بغاوت ہے جس کے مثبت نتائج کبھی سامنے نہیں آ سکتے۔ یہ عملاً محال ہے اور فطرت سے کھلی جنگ ہے۔ تغیر کے معنی صرف یہی نہیں کہ قطع وبرید کی جائے۔ تغیر تو دریا کے فطری بہاؤ کو نیا رخ دینا بھی ہے۔

انسانی جسم وجان پر مرتب بد اثرات

ہم یہاں بعض ماہرین کی آرا سامنے لاتے ہیں تا کہ فنڈا میسلزم کے طعنے سے بچ سکیں۔ یہ انہی میں سے ہیں جو ہمیں تو گولیاں کھلانے اور نس بندی پر مصر ہیں۔ مگر خود اس سے محفوظ رہتے ہیں۔

○ "جذبہ جنسی آخر کس چیز کا غماز ہے اور کس مقصد کے حصول کے لیے ہے؟ یہ بات کہ اس کا تعلق افزائش نسل سے ہے' بالکل واضح ہے۔ حیاتیات (بیالوجی) کا علم اس معاملے کو سمجھنے میں ہماری مدد کرتا ہے۔ یہ ایک ثابت شدہ حیاتیاتی قانون ہے کہ جسم کا ہر عضو اپنا خاص وظیفہ انجام دینا چاہتا ہے اور اس کام کو پورا کرنا چاہتا ہے جو فطرت نے اس کے سپرد کیا ہے۔ نیز یہ کہ اگر اسے اپنا کام کرنے سے روک دیا جائے تو لازماً الجھنیں اور مشکلات پیدا ہو کر رہتی ہیں۔ عورت کے جسم کا بڑا حصہ بنایا ہی گیا ہے استقرار حمل اور تولید کے لیے۔ اگر ایک عورت کو اپنے جسمانی اور ذہنی نظام کا یہ تقاضا پورا کرنے سے روک دیا جائے تو وہ اضمحلال اور اندرونی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوگی۔ اس کے برعکس ماں بن کر وہ ایک نیا حسن' ایک روحانی بالیدگی پالیتی ہے' جسمانی اضمحلال پر قابو پالیتی ہے"

○ "ایک عورت کو اولاد کی ضرورت صرف اس بنا پر ہوتی ہے کہ یہ اس کی مادری جبلت کا تقاضا ہے یا یہ کہ اس خدمت کی انجام دہی وہ اوپر سے عائد کردہ اخلاقی ضابطے کی بنا پر فرض سمجھتی ہے بلکہ دراصل اسے اس کی ضرورت اس لیے بھی ہے کہ اس کے جسم کا سارا نظام بنا ہی اس کام کے لیے ہے۔ اگر اسے جسم کے مقصد کی تخلیق سے ہی باز رکھا جائے یا محروم کر دیا جائے تو اس کی پوری شخصیت بے کیفی' محرومی اور شکست وریخت کا شکار رہے گی"

The Paychology of Sex by Dr.Oswald Schwar)
(بحوالہ اسلام اور ضبط ولادت صفحہ ۷۵'۷۶)

○ "وظائف تولید کی انجام دہی عورت کی معیاری تکمیل کے لیے ناگزیر ہے۔ یہ ایک احمقانہ فعل ہے کہ عورتوں کو تولید اور زچگی سے برگشتہ کیا جائے۔"

Man the Unkown by Dr. Alixis Carl)
(بحوالہ اسلام اور ضبط ولادت صفحہ ۷۵)

ان فطری تقاضوں کے آگے غیر فطری بند باندھنا ہی خلق اللہ کو بدلنے کی جسارت ہے جس کے سبب نسل کی تباہی یقینی ہے کیونکہ ایک مرد کی یوں تباہی کا دائرہ محدود ہے اور اس کے مقابلے میں ایک عورت کی تباہی ایک خاندان کی تباہی پر رکتی ہے بلکہ اس سے بڑھ کر نسل پر اثر انداز ہوتی ہے۔ ذرا دیکھئے۔

○ "مانع حمل وسائل کے استعمال سے مردوں کے جسمانی نظام میں برہمی پیدا ہو سکتی ہے۔ عارضی طور پر ان میں مردانہ کمزوری یا نامردی بھی پیدا ہو سکتی ہے۔ مجموعی حیثیت سے کہا جا سکتا ہے کہ ان وسائل کا کوئی زیادہ برا اثر بظاہر مرد کی صحت پر نہیں پڑتا۔ مگر اس بات کا ہمیشہ خطرہ ہے کہ مانع حمل وسائل کے استعمال سے جب مرد کو دوران مباشرت اپنی خواہش کی مکمل تسکین نہ ہوگی تو اس کی عائلی زندگی کی مسرتیں غائب ہو جائیں گی اور وہ دوسرے ذرائع سے تسکین حاصل کرنے کی کوشش کرے گا جو اس کی صحت برباد کر دیں گے اور ممکن ہے امراض خبیثہ میں مبتلا کر دیں"

○ "جہاں طبی لحاظ سے منع حمل ناگزیر ہو' وہاں تو منع حمل کی (انفرادی) تدبیر عورت کی صحت پر اچھا اثر ڈالتی ہے لیکن جہاں یہ ناگزیر ضرورت نہ ہو' وہاں منع حمل کی تدابیر کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عورت کے عصبی نظام میں سخت برہمی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس میں بد مزاجی اور چڑچڑا پن پیدا ہو جاتا ہے۔ جب اس کے جذبات کی تسکین نہیں ہوتی تو شوہر کے ساتھ تعلقات خراب ہو جاتے ہیں۔ خصوصیت کے ساتھ ان لوگوں میں زیادہ نمایاں دیکھے گئے ہیں جو عزل (Coitus Interruptus) کا طریقہ اختیار کرتے ہیں"

(Report by British National Birth rate Commission)

○ "ضبط ولادت کے طریقے' فرزج ہوں' جراثیم کش دوائیں' گولیاں' کنڈوم وغیرہ جو بھی ہوں' کے مسلسل استعمال سے عورت میں عصبی ناہمواری' پژمردگی' افسردہ دلی' طبیعت کا چڑچڑا پن' اشتعال پذیری' غمگین خیالات کا ہجوم' بے خوابی' پریشان خیالی' دل ودماغ کی کمزوری' دوران خون کی کمی' ہاتھ پاؤں کا سن ہو جانا' جسم میں کہیں کہیں ٹیسیں اٹھنا' ایام ماہواری میں بے قاعدگی پیدا ہونا ان کے لازمی اثرات ہیں۔"

(چالیس سالہ تجربہ کے بعد لیڈی ڈاکٹر کی رائے۔ بحوالہ اسلام اور ضبط ولادت)

○ "اسقاط کی وجہ سے بہت بڑی تعداد میں ایسے مریضانہ اثرات مرتب ہوتے ہیں جو آئندہ تولید کے امکانات کو بری طرح مجروح کر دیتے ہیں"

("The Abortion Problem" - Taussing Fredrick J. Proceedings of the conference of National Committe on Maternal Health, Baltimore, page 39)

○ "مانع حمل ذرائع میں کوئی طریقہ بھی ایسا نہیں ہے جو بد اثرات نہ چھوڑتا ہو"

○ "بعض صورتوں میں ضبط ولادت کے نتائج خطرناک نکلتے ہیں۔ سکون قلب جاتا رہتا ہے' نفسیاتی ہیجان پیدا ہوتا ہے' اعصابی بے چینی رہنے لگتی ہے' نیند غائب ہو جاتی ہے' انسان مراق اور ہسٹریا کا شکار رہنے لگتا ہے' دماغی توازن بگڑ جاتا ہے' عورتیں بانجھ ہو جاتی ہیں اور مردوں میں قوت مردی زائل ہو جاتی ہے۔"

(Family Planning, Dr. Sitawa, Pakistan Times, Sep. 21, 59)

○ "ضبط ولادت کی گولیاں خطرناک نتائج کی حامل ہیں۔ ان کے استعمال سے سر چکرانا اور دیگر اعصابی تکالیف ہی نہیں بلکہ سرطان (Cancer) جیسے موذی مرض کے پیدا ہونے کا خدشہ بھی ہے" (بحوالہ صدق جدید لکھنؤ ۱۸ نومبر ۶۰ء)

انسان خصوصا خواتین کی جس صحت کی حفاظت کے نام پر خاندانی منصوبہ بندی والے اس کو دم کٹی لومڑی کی طرح بسلا پھسلا کر اپنے ڈھب پر لا کر صحت اور خوشحالی کے سبز باغ دکھاتے ہیں' وہ صحت کس طرح برباد ہوتی ہے اس پر خود خالقین خاندانی منصوبہ بندی کے گھر کے بھیدیوں کی طبی آرا جو طویل تجربات اور تجزیوں پر مبنی ہیں' پانی پھیرنے کے لیے کافی ہیں۔ قرآن وحدیث کی بات تو ملا کی تاویل سہی' یہ روشن خیال انگریز کیا کہتے ہیں اسے بار بار پڑھیے اور ہمت ہے تو فنی بنیادوں پر جھٹلایئے۔

یہ آرا اپنی جگہ' امر واقع یہ ہے کہ ہمارے ہسپتال میں ایسی مریض خواتین علاج کے لیے آتی ہیں جن کی ہسٹری لینے کے دوران اکثر مرض کی ابتدا کی تہہ میں چھلا' گولیاں' اپریشن پایا جاتا ہے۔ آج ریڈیو' ٹی وی پر قوم کو زیادہ بچوں کے سبب کینسر سے ڈرایا جا رہا ہے حالانکہ بات الٹ ہے۔

صرف یہی قابل توجہ اور عملاً تحقیق طلب مسئلہ نہیں بلکہ خاندانی منصوبہ بندی کی داعی خواتین سے سوال کیا جا سکتا ہے کہ خود ان کی اپنی برادری میں کتنے فی صد خواتین خاندانی منصوبہ کے مانع حمل ذرائع سے متمتع ہیں یا وہ خود تو محفوظ و مامون ہیں مگر گردو وپیش ہر کسی کی "دم کٹوانے" پر مصر ہیں؟ یہ سروے بہرحال دلچسپ بھی ہوگا اور عبرت انگیز بھی۔ یہی سوال عمائدین حکومت سے بھی پوچھا جا سکتا ہے جو ورلڈ بنک اور آئی ایم ایف کی خوشنودی کے لیے ہر سیمینار میں خاندانی منصوبہ بندی کی برکات بیان کرتے نہیں تھکتے بلکہ ٹی وی پر اس فحاشی کو فروغ دے رہے ہیں۔

مولانا محمد عبد المنتقم

کیا بینک سے ملنے والا منافع ربوا نہیں ہے؟

روزنامہ جنگ مورخہ ۱۹ اور ۲۰ مارچ کی اشاعت میں "کیا بینک سے ملنے والا منافع ربوا ہے؟" کے عنوان سے افتخار حسین صاحب کا مضمون نظر سے گزرا۔ محترم مضمون نگار نے موجودہ بینکوں سے لیے اور دیے جانے والے سود کو حلال ثابت کرنے کے لیے جو ذاتی رائے قائم کی، وہ چونکہ قرآن وسنت کے قطعی نصوص اور عالم اسلام کے تمام مستند علماء اور ماہرین معاشیات کے واضح اجتماعی موقوف سے صریحا متصادم ہے، اس لیے ضروری معلوم ہوا کہ موصوف کی تحریر کے حوالے سے ایک مختصر نوٹ نذر قارئین کیا جائے۔

اپنے مضمون کی ابتدا ہی میں مضمون نگار نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ تحریر فرمایا ہے کہ ان کو ربوا کے مسئلہ میں کچھ دشواری پیش آئی تھی۔ بظاہر اس سے یہ تاثر دینا مقصود ہے کہ ربوا کی حقیقت اسلامی شریعت میں العیاذ باللہ واضح نہیں ہے اور ربوا کے بارے میں رائے زنی کی گنجائش موجود ہے حالانکہ حضرت فاروق اعظم نے صرف یہ تمنا ظاہر فرمائی تھی کہ کاش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ربوا کے بعض ابواب واقسام کی مزید تشریح ہم سے بیان فرما دیتے۔ حضرت فاروق اعظم کے اس جملہ سے ربوا کی اس خاص قسم کی تشریحات مراد ہیں جو اس سے پہلے عرب میں ربوا نہیں سمجھی جاتی تھیں اور جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرض منصبی کے تحت ربوا قرار دیا تھا۔ ربوا کی اس قسم کو "ربوا الفضل" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، اور چونکہ قرآن کریم کی آیات میں وضاحت کے ساتھ اس خاص قسم کی تشریح نہیں کی گئی، بلکہ احادیث میں اس قسم خاص کا ذکر آیا ہے اس لیے اسے تفصیلات کے تعین میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو اشکال پیش آیا تھا، جیسا کہ حضرت فاروق اعظم کے ایک خطبہ کے اعلان سے بھی ظاہر ہے۔ اور نزول قرآن کے وقت اہل عرب کے عرف میں لین دین کی جس شکل کو ربوا سمجھا جاتا تھا، وہ اصطلاحی الفاظ میں "ربوا النسیئہ" ہے (نسیئہ کا لفظ نون، سین، یاء ہمزہ اور ہاء سے مرکب ہے، حالیہ اخباری رپورٹوں میں اس لفظ کو نون، صاد، یاء، حاء اور ہاء سے "ربوا النصیحہ" لکھا جا رہا ہے۔ یہ فاش غلطی ہے، اخباری رپورٹروں کو اس کی اصلاح کر لینی چاہیے) اور علم فقہ سے ادنیٰ مناسبت رکھنے والے افراد کو معلوم ہے کہ موجودہ بینکوں سے لیا دیا جانے والا سود ربوا النسیئہ ہے، جس کو براہ راست قرآن کریم نے حرام قرار دیا ہے اور جو نزول قرآن کے وقت عرب میں بھی ربوا سمجھا جاتا تھا اور

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سمیت کسی بھی صحابی، تابعی، تبع تابعی یا امام دین کو اس کی حقیقت سمجھنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی، اس لیے موجودہ بینکوں کے سود کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول کے ساتھ دور کا بھی کوئی واسطہ نہیں ہے، لہٰذا موجودہ بینکوں کے سود کو جائز قرار دینے کے لیے صاحب مضمون کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ذکر کرنا ایک مضحکہ خیز بات ہے۔ اور ربوا الفضل کے بارے میں حضرت عمر کے مذکورہ قول کی پشت پر ان کا بے مثال تقویٰ اور کمال احتیاط کا جذبہ کار فرما تھا، نہ کہ ربوا کی کسی صورت کی حرمت کے بارے میں انہیں کوئی شبہ تھا، چنانچہ اسی موقع پر حضرت عمر کا یہ قول بھی مروی ہے کہ "لہٰذا ربوا (سود) کو بھی چھوڑو اور جس چیز میں ربوا کا شبہ بھی ہو جائے اس سے بھی اجتناب کرو" لیکن مقام حیرت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو اپنے ذہن میں پیدا شدہ اشکال کا یہ نتیجہ اخذ کر رہے ہیں کہ تمام مشتبہ چیزوں کے بارے میں بھی احتیاط برتنی چاہیے جبکہ ان کے قول سے استدلال کرنے والے سود کی مروجہ صورتوں کو مشتبہ بنا کر انہیں جائز قرار دینے کی سعی لاحاصل میں مشغول ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مذکورہ قول اور اس سے متعلقہ شبہات پر تشفی بخش گفتگو ماضی قریب کے جلیل القدر عالم دین اور نابغہ روزگار فقیہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کی محققانہ تالیف "مسئلہ سود" میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

مضمون نگار نے سود سے متعلق قرآن کریم کی بعض آیات کا ترجمہ پیش کرنے کے بعد اپنی عقلی سوچ سے کچھ نتائج ایجاد کیے اور بزعم خود موجودہ سود کے جواز پر کچھ دلائل سامنے لائے، حالانکہ جن بنیادوں پر صاحب مضمون کے دلائل کی پوری عمارت کھڑی نظر آتی ہے، ان کا اگر جائزہ لیا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ ظاہری نگاہ سے خوشنما نظر آنے والی اس عمارت کی بنیادیں کتنی کھوکھلی اور دیمک زدہ ہیں۔ مضمون نگار نے ربوا کی صرف اس خاص شکل کو قرآن کریم کا مصداق قرار دیا جسے نزول قرآن کے وقت عرب میں ربوا سمجھا جاتا تھا۔ صاحب مضمون کے الفاظ یہ ہیں، "ان آیات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ایسا مالی لین دین جس سے قرض کی رقم دگنی ہو جائے اور جو دوسروں پر ظلم اور استحصال کے ذریعے حاصل کی گئی ہو، ربوا کے ذیل میں آتا ہے اور اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ قرض یا ڈپازٹ کی رقم پر ایسا اضافہ جس سے رقم دگنی یا کئی گنا نہ ہو اور استحصال پر مبنی نہ ہو ربوا نہیں سمجھا جائے گا" حالانکہ اسلام جب کسی چیز کو

حرام یا حلال قرار دیتا ہے' تو اس کے سامنے ایک حقیقت ہوتی ہے' اسی حقیقت پر احکام کا دارومدار ہوتا ہے' صرف شکل کے بدلنے سے حکم میں فرق نہیں آتا۔ مثال کے طور پر قرآن کریم نے شراب کو حرام قرار دیا ہے' اب اگر کوئی شخص یہ کہے کہ قرآن کریم نے شراب کی ان شکلوں کو حرام قرار دیا ہے جو زمانہ نبوت میں رائج تھیں اور آج کل کی وہسکی (WHISKY) بیئر (BEER) اور برانڈی (BRANDY) چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں نہیں پائی جاتی تھیں' اور ان کے بنانے کے طریقے بھی زمانہ نبوت کی شرابوں سے بہت مختلف ہیں' لہٰذا انہیں حرام قرار نہیں دینا چاہیے' تو یہ بات انتہائی غلط ہوگی' کیونکہ کسی چیز کے حرام ہونے کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ اس خاص صورت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی پائی جائے' بلکہ قرآن جس حقیقت کو سامنے رکھ کر کسی چیز پر حرمت کا حکم لگاتا ہے' اگر وہ حقیقت کسی چیز میں موجود ہو تو چیز کسی بھی زمانے میں کہیں بھی اور کسی صورت میں پائی جائے' حرام ہوگی' اس لیے آج کے دور میں اگرچہ شراب کی شکلیں زمانہ نبوت سے مختلف ہو گئیں اور شراب کے بنانے کے طریقے بھی بدل گئے' مگر چونکہ شراب کی حقیقت نہیں بدلی' اس لیے حکم بھی نہیں بدلے گا۔ اسی طریقے سے "سود" کی حرمت کا اعلان قرآن کریم نے ایک حقیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے کیا' اور وہ حقیقت یہ ہے کہ ہر وہ اضافہ جو اصل رقم پر اس کے انتظار اور استعمال کے معاوضہ میں مشروط طور پر دیا جائے' وہ ربوا اور سود ہے' اب اگر اصل سرمایہ پر زائد رقم مدت کے مقابلے میں شرائط اور تعین کے ساتھ لی جا رہی ہے تو چاہے وہ اضافہ بہت کم ہو چاہے بہت زیادہ 'بہرصورت وہ سود ہے' قرآن وحدیث کی اصطلاح میں اس کو ربوا (سود) ہی کہتے ہیں۔ تمام مفسرین اور فقہاء کے نزدیک یہ سود ہی کی تعریف ہے جیسا کہ تفسیر ابن جریر طبری' تفسیر مظہری' تفسیر قرطبی' تفسیر کبیر (امام رازی) اور احکام القرآن (لابن العربی المالکی وابوبکر جصاص حنفی) کے مدلل اور ٹھوس حوالہ جات سے ظاہر ہے۔ لغت عرب کی نہایت مستند کتاب لسان العرب اور لغت حدیث کی مسلم شرح نہایہ (ابن اثیر) میں اسی کو ربوا قرار دیا گیا ہے اور اہل عرب کے عرف میں یہی چیز ربوا سمجھی جاتی تھی اور اسی حقیقت پر قرآن کریم نے حرمت کا حکم نازل فرمایا' لہٰذا مضمون نگار کا یہ قید لگانا کہ "قرضوں پر جو اضافہ دگنا یا کئی گنا نہ ہو اور استحصال پر مبنی ہو' وہ ربوا نہیں سمجھا جائے گا" بالکل غلط ہے' کیونکہ سود کی تعریف میں زیادہ اور بہت زیادہ کی کوئی تفریق قرآن و حدیث اور عرف کسی سے سمجھ میں نہیں آتی' اور نہ یہ تفریق کسی اور شرعی دلیل سے ثابت ہے۔

مضمون نگار نے سورہ آل عمران کی جو آیت اپنے موقف کی تائید میں پیش کی' (یعنی "اے ایمان والو! سود مت کھاؤ دگنے پر دگنا)" اس میں سود کی بنیادی کیفیت اور ایک خاص صورت کا بیان مقصود ہے' جو زمانہ جاہلیت میں بکثرت رائج تھی' لہٰذا "دگنے پر دگنا" کا لفظ حرمت سود کی قانونی شرط نہیں ہے' بلکہ اس جرم کی صرف ایک قبیح ترین صورت پر تنبیہ ہے اور یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے قرآن کریم میں ارشاد ہے "میری آیتوں کو تھوڑی سی قیمت لے کر فروخت نہ کرو" (بقرہ) ظاہر ہے کہ یہاں "تھوڑی سی قیمت" ممانعت کی قانونی شرط نہیں ہے چنانچہ کوئی صاحب عقل آدمی اس سے یہ نتیجہ نہیں نکال سکتا کہ آیات الٰہی کو بڑی قیمت کے عوض فروخت کرنا جائز ہے' اس کے بجائے یہ الفاظ محض جرم کی شناعت کو واضح کرنے کے لیے لائے گئے ہیں۔ بعینہ یہ معاملہ "دگنے پر دگنا" کا ہے کہ جرم کی شناعت بیان کرنے کے لیے ایک خاص صورت ذکر کر دی گئی ہے۔ ورنہ اگر یہ قانونی شرط ہوتی' تو سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۷۸ میں یہ نہ کہا جاتا کہ "ربوا کی جو کچھ مقدار رہ گئی ہے' اسے چھوڑ دو' اگر تم مومن ہو۔" اور آیت نمبر ۲۷۹ میں یہ نہ کہا جاتا کہ "ربوا" سے توبہ کی صورت میں صرف اصل قرضوں کی رقم (راس المال) قرض خواہ کو ملے گی اور ساری رقم اسے چھوڑنی ہوگی۔ اسی طرح خطبہ حجتہ الوداع کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مشہور ارشاد ہے "سنو' ہر وہ ربا جو ایام جاہلیت میں واجب تھا' تم سے پورے کا پورا ختم کر دیا گیا' اور تمہارے لیے صرف قرض کی اصل رقم ہے' نہ تم ظلم کرو' اور نہ تم پر ظلم کیا جائے اور سب سے پہلے جو ربوا ختم کیا جاتا ہے' وہ عباس بن عبد المطلب کا ربوا ہے۔ پورے کا پورا" (تفسیر ابن کثیر' ۱/۳۳۱)

اس حدیث سے بالکل واضح یہ ہے کہ قرض کی اصل رقم سے زائد ہر سود' اسلام میں ختم کر دیا گیا ہے' چاہے وہ سود کم ہو یا زیادہ۔ لطف کی بات یہ ہے کہ جو حضرات سود میں "زیادہ" اور "بہت زیادہ" کی تفصیل بیان فرماتے ہیں' وہ بھی اس کا کوئی معیار نہیں بتاتے کہ کتنا اضافہ سود میں داخل ہے اور کتنا اضافہ "سود" میں داخل نہیں۔ دنیا میں آج بیک وقت سود کی مختلف شرحیں رائج ہیں' یہ تقابل ہی صاف بتلاتا ہے کہ سود میں "زیادہ" اور بہت "زیادہ" کا فرق روا رکھنے کے لیے ہمارے پاس کوئی معیار نہیں ہے' بلکہ حقیقت یہ ہے کہ سود جس قدر نامعقول چیز ہے' اس کی شرح بھی اتنے ہی نامعقول اسباب سے متعین ہوتی اور [illegible] بڑھتی ہے اور ان اسباب کا اثر بد' پورے معاشرے میں خود غرضی اور مفاد پرستی کے قابل مذمت جذبوں کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ شرح سود کے وجود واسباب جناب ابو الاعلیٰ مودودیؒ نے اپنی کتاب "سود" میں نہایت تفصیل سے بیان کیے ہیں۔

مضمون نگار کے مطابق بینک انٹرسٹ کے نظام میں چونکہ ظلم واستحصال موجود ہی نہیں اور تاجر و صنعت کار بزنس کے لیے رقم برضا ورغبت لگانے کے لیے تیار ہوتے ہیں' ان میں کسی فریق پر دباؤ یا جبر نہیں ہوتا' اس لیے یہ ربوا نہیں بلکہ تجارت ہے۔ اپنے مدعا کو درست ثابت کرنے کے لیے انہوں نے سورہ نساء کی آیت نمبر ۲۹ کے ایک حصہ کا

ترجمہ نقل فرمایا کہ "لین دین ہونا چاہیے آپس کی رضامندی سے" اس سے یہ ثابت کیا گیا کہ چونکہ بینک انٹرسٹ میں باہمی رضامندی پائی جاتی ہے اس لیے یہ تجارت ہے' ربوا نہیں۔

مضمون نگار کے انداز تحریر سے یہ مفہوم مترشح ہوتا ہے کہ کسی چیز کے حلال ہونے کے لیے' اللہ پناہ میں رکھے' صرف باہمی رضامندی کافی ہے' سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا فریقین اگر زنا کے لیے رضامند ہو جائیں تو کیا زنا جیسی حیا سوز اور گھناؤنی حرکتوں کو جائز کہا جا سکتا ہے؟ خود احادیث طیبہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خرید و فروخت کی ایسی بہت سی صورتوں کو حرام قرار دیا ہے جن میں فریقین کی رضامندی بھی پائی جاتی ہے۔ صاحب مضمون اگر پوری آیت کا ترجمہ نقل فرماتے تو ان کے دعوے کی تائید کے بجائے تردید سامنے آتی کیونکہ اسی آیت میں لین دین کے جائز ہونے کے لیے دو شرطیں لازمی قرار دی گئی ہیں۔ فرمایا: "اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق طریقے سے نہ کھاؤ' الا یہ کہ وہ تجارت ہو اور آپس کی رضامندی سے ہو" کسی لین دین کے جائز ہونے کے لیے ایک تو یہ ضروری ہے کہ وہ معاملہ تجارت ہو' دوسرے یہ کہ باہمی رضامندی کے ساتھ ہو۔ سود میں اگر بالفرض باہمی رضامندی پائی بھی جائے' لیکن چونکہ وہ شریعت کی رو سے تجارت نہیں ہے کیونکہ ایک مال کا دوسرے مال سے تبادلہ کرنے کا نام تجارت ہے' اگر ان میں سے کسی ایک جانب مال ہو اور اس کے بالمقابل مال ہی نہ ہو تو وہ تجارت نہیں بلکہ فریب ہے' سود کے معاملات کا یہی حال ہے کہ سود کی رقم ادھار کی میعاد کا معاوضہ ہوتا ہے اور یہ میعاد کوئی مال نہیں اس لیے حقیقت کے اعتبار سے یہ تجارت ہی نہیں ہے۔ قرآن کریم کی اس آیت اور اس میں ذکر کردہ دونوں شرطوں سے یہ معلوم ہو گیا کہ خرید و فروخت اور تجارت کی صرف وہی صورتیں شرعاً" جائز ہیں جن کا جواز رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے ثابت ہے اور حضرات فقہائے کرام نے جن کو منضبط کر دیا ہے۔ (ماخذ تفسیر معارف القرآن جلد دوم)

جناب افتخار کے بقول موجودہ بینکوں کے سود میں ظلم کا عنصر نہیں ہے جبکہ قرآن کریم کا صریح ارشاد ہے کہ ربوا سے توبہ کرنے کی صورت میں صرف اصل رقم ملے گی اور اسی مقام پر قرآن نے لا تظلمون ولا تظلمون کہہ کر یہ بھی واضح کر دیا کہ اصل رقم پر ہر اضافہ خواہ وہ اضافہ کتنا ہی کم کیوں نہ ہو' قرآن کی نظر میں ظلم ہے اور یہ بات بھی ناواقفیت پر مبنی ہے کہ زمانہ جاہلیت میں تجارتی مقصد کے لیے قرضے نہیں لیے جاتے تھے۔ جاہلیت اور اسلام کی تاریخ پر نظر ڈالنے سے متعدد ایسے شواہد ملتے ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں صرف ذاتی اور شخصی ضرورتوں پر قرضہ نہیں لیا جاتا تھا بلکہ نفع بخش کاروباری مقصد حاصل کرنے کے لیے بھی قرضوں کا لین دین رائج تھا (ماخذ "تجارتی سود' عقل اور شرع کی روشنی میں" مولف جسٹس مفتی محمد تقی عثمانی)

قرآن کریم نے جب ہر قسم کے ربوا کو ظلم قرار دے دیا' تو کسی مسلمان کو ربوا کے ظلم ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا۔ البتہ عقلی طور پر کسی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ موجودہ سود کے ذریعے تو بظاہر ظلم کے بجائے عوام کو فائدہ پہنچ رہا ہے' لیکن ذرا گہرائی میں جا کر اگر دیکھا جائے تو یہ حقیقت آشکار ہو جاتی ہے کہ شخصی سود میں اگرچہ ایک غریب پر ظلم ہوتا ہے اور تجارتی سود سے چند افراد کا وقتی اور ہنگامی فائدہ سامنے آتا ہے مگر پوری قوم وملت کو تجارتی سود کا ناقابل تلافی نقصان برداشت کرنا پڑتا ہے۔ دولت سمٹ سمٹ کر چند ہاتھوں میں منتقل ہو جاتی ہے اور اس طرح تجارتی سود ایک کے بجائے پوری خلق خدا پر ظلم کا باعث بنتا ہے۔ آج سودی نظام کی وجہ سے پوری دنیا کے غریب انسان چند مخصوص گروہوں کی اجارہ داری کے ظالمانہ شکنجے میں جس طرح کسے جا رہے ہیں' اس سے اسلام کی حقانیت واضح ہو کر سامنے آجاتی ہے کہ اس نے سود کے معاملے میں محض دو افراد کی رضامندی کو حق کا معیار ہی قرار نہیں دیا' بلکہ پورے معاشرے پر سود کے منفی اثرات کو سامنے رکھتے ہوئے اس کے حرام ہونے کا اعلان فرمایا۔ سوشلزم کے ظلم و ستم اور سرمایہ داری نظام کی چیرہ دستیوں کے مقابلے میں اسلام ہی وہ واحد دین ہے جس نے ایک طرف دولت کی منصفانہ تقسیم کا بہترین فارمولا پیش کیا' تجارت کے مختلف حلال اور جائز طریقے مقرر کیے اور سود' سٹہ بازی' قمار' رشوت اور ذخیرہ اندوزی جیسے انسانیت سوز ظالمانہ ذرائع سے دولت کمانے کی سخت ممانعت کی جو ارتکاز دولت کا سبب بنتے ہیں اور جن کی وجہ سے غریب روز بروز غریب تر اور امیر دن بدن امیر تر ہوتے جا رہے ہیں۔ دوسری طرف دولت کی فطری گردش کو برقرار رکھنے اور مفلوک الحال لوگوں کی ہمدردی اور خیر خواہی کو پورے معاشرے کا عمومی مزاج بنانے کے لیے اسلام نے زکوٰۃ کا نظام مقرر فرمایا' صدقات کی ترغیب دی اور وہ اخلاقی پابندیاں عائد کیں جو بیک وقت اشتراکیت کے غیر فطری اور ظالمانہ نظام سے نجات کا ذریعہ بھی ہیں اور کیپٹلزم کی ناہمواریوں کا تیر بہدف علاج بھی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے فقہی بصیرت کے حامل علمائے کرام اور اسلامی معاشیات کے عالی دماغ ماہرین کی مشترکہ کاوشوں سے سود کے متبادل اسلامی طریقے وضع کیے جا چکے ہیں' اور یہ طریقے نہ صرف یہ کہ قابل عمل ہیں' بلکہ موجودہ معاشی ناہمواریوں کا ان کے علاوہ کوئی علاج نہیں ہے' البتہ سودی نظام کا عذاب چونکہ مدتوں سے ہم پر مسلط ہے اور کوئی بھی نیا نظام پہلی بار نافذ کرنے میں مشکلات پیش آیا ہی کرتی ہیں' اس لیے سود کے متبادل طریقوں کو عملی جامہ پہناتے ہوئے ذہنوں میں کچھ سوالات بھی ابھر رہے ہیں' لیکن ایسے حالات میں مشکلات کا حل تلاش کیا جاتا ہے' اصل تصور کو پس پشت نہیں ڈالا جاتا۔ مضاربہ اور مشارکہ کا جائز طریقہ نافذ کرنے کے لیے اگر حکومتی سطح پر پورے بینکنگ کے نظام کو بدل دیا جائے تو حسابات کی

(بقیہ ص پر)

صائمہ اکبر احمد

اسلامی اقتصادی نظام کیوں ضروری ہے؟

سود کے بارے میں حالیہ بحث نے شریعت' اقتصادیات اور مالیاتی امور کے ماہرین کو مسلمانوں کے اس اہم ترین مسئلہ پر غور و فکر کے لیے ایک جگہ جمع کر دیا ہے۔ سود کی تعریف کے مسئلہ نے ہمیں (ہماری اہلیت بلکہ نا اہلی کی وجہ سے) سود سے پاک نظام کے قیام میں انتشار فکر کا شکار کر دیا ہے۔

یہ دلیل دی جاتی ہے کہ موجودہ زمانے کے منافع (interest) کو سود قرار دے کر اس کو موجودہ اقتصادی نظام سے ختم کرنے کی صورت میں پورا نظام دھڑام سے زمیں بوس ہو جائے گا۔ اس میں تعجب نہیں ہونا چاہیے کیونکہ ربوا (سود) مغرب کے وضع کردہ موجودہ اقتصادی نظام کے بنیادی عوامل میں سے ایک اہم عنصر ہے۔ ظاہر ہے مغربی ماہرین نے یہ نظام وضع کرتے وقت ربوا (سود) کے خاتمے کے بارے میں سوچا ہی نہیں اس لیے یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ مسلمان اپنا اقتصادی اور مالیاتی نظام خود وضع کریں۔

ایک اسلامی اقتصادی نظام کو نہ صرف قرآن وحدیث کی واضح ہدایات پر مشتمل ہونا چاہیے بلکہ اس میں ان لازمی تعلیمات کے ان دو اہم ترین سرچشموں کے بستا نرم گوشوں (Grey areas) میں دین کی روح کے مطابق تشریح کو بھی سامنے رکھنا چاہیے۔ مسلمان ماہرین کو اپنے لیے نیا اقتصادی نظام تشکیل کرتے وقت موجودہ اقتصادی اور مالیاتی نظام کے بعض عوامل (Norms) کا تنقیدی جائزہ بھی لینا چاہیے جو نہ صرف سود سے پاک اقتصادی نظام کو چلانے اور اس پر عمل در آمد کی راہ کی رکاوٹ ہیں بلکہ جو انسانی منطق کے بھی خلاف ہیں۔

اگر مسلمان ماہرین کی مساعی موجودہ اقتصادی نظام سے اس کی دوسری خامیوں کا خاتمہ کیے بغیر صرف سود ہی کے خاتمہ پر مرکوز کر دی جائیں تو اس بات کا خدشہ ہے کہ موجودہ نظام سے سود سے پاک اقتصادی نظام کی طرف ہمارا سفر مصنوعی ہوگا اور یہ نیا نظام زیادہ دیر تک چل نہیں سکے گا۔

تمام نظام انسان کے فائدے کے لیے ہی بنائے جاتے ہیں انسان نظام کے لیے پیدا نہیں کیا جاتا۔ موجودہ اقتصادی اور مالیاتی نظام نے عوام کے اقتصادی اور سماجی مسائل کو حل کرنے کی بجائے ان کو مزید سنگین اور گمبھیر بنا دیا ہے۔ اقتصادی نظام کی یہ کون سی خوبی ہے کہ وہ وسائل (Resources) کی غلط تقسیم کی نہ صرف حمایت کرے اور اس حد تک اس تقسیم کو فروغ دے کہ ترقی یافتہ ممالک میں بھی امراء کے طبقے کے درمیان بڑی تعداد میں غریب بھی پائے جاتے ہیں۔ دنیا بھر میں غریب لوگ با اثر اور امیر لوگوں کی بہ نسبت زیادہ سخت محنت سے کام کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود وہ دو وقت کی روٹی بھی بڑی مشکل سے حاصل کر پاتے ہیں۔ مغربی اقتصادی ماہرین کی the effciency - equity trade off کی بات نہ صرف غیر انسانی ہے بلکہ ایک ناقص اقتصادی تصور بھی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ پیداواری وسائل اور آمدنی کی غیر منصفانہ تقسیم اور دولت کا چند ہاتھوں میں سمٹ کر آجانا (ارتکاز) ہی ہے جو اسراف بے جا اور پر تعش اشیاء کی تیار کے ذریعہ نا اہلیت پیدا کرتی ہے۔

موجودہ اقتصادی نظام غریبوں کو اپنی حالت بہتر بنانے کا بہت ہی کم موقع فراہم کرتا ہے حالانکہ غریب کارکن لگن اور محنت کے ساتھ کام کرنے والے ہوتے ہیں۔

تاریخی طور پر عالمی منظر کے تناظر میں دیکھا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ ایک ایسے نظام کو جاری رکھنے میں کون سی اچھی بات ہے جو یا تو خود اپنے اندر موجودہ خامیوں کی وجہ سے بحران پیدا کر رہا ہے یا کچھ اور اسباب ایسے ہو سکتے ہیں جن کو یہ نظام مزید فروغ دینے کی وجہ بن رہا ہے۔ جو کبھی 1930ء کی عظیم کساد بازاری کی شکل میں سامنے آتا ہے یا بعض اوقات جنوبی مشرقی ایشیا یا لاطینی امریکہ کے بحرانوں کی صورت میں ظہور پذیر ہوتا ہے یا وہ موجودہ عالمی بحران کی شکل اختیار کر لیتا ہے جس نے پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ یہ بہترین وقت ہے کہ مسلمان ایک ایسے شعبے Discipline پر توجہ دیں جس پر ان کا اثر عرصہ دراز سے بڑی حد تک جمود کا شکار ہے۔ ماضی میں مسلمان فطری علوم (Natural science) کی ترقی میں بڑے سرگرم رہے ہیں اور انہوں نے اس شعبے میں ایسی مضبوط بنیادیں رکھی ہیں جس پر آج کی موجودہ جدید سائنس فخر کرتی ہے۔ اب مسلمانوں کو لازمی طور پر اپنی توجہ اقتصادیات پر مرکوز کرنی چاہئیں اور اقتصادی نظام کو اپنے فائدے کو سامنے رکھ کر قرآنی تعلیمات کی روح کے مطابق وضع کرنا چاہیے۔

موجودہ اقتصادی نظام کی خامیوں میں سے چند ایک یہ ہیں۔ سٹے بازی (Speculation) دنیا بھر کے اسٹاک ایکس چینج میں ثانوی یا دوسرے درجے کی تجارت میں ایک عنصر کی حیثیت سے موجود ہے اس لیے سٹے بازی کے ذریعہ جو اندازے یا تخمینے لگائے جاتے ہیں اور جو غلط بھی ہو سکتے

ہیں اور درست بھی' ان کو اقوام اور ان کی قسمتوں پر اثر انداز ہونے کی اجازت دے دی جاتی ہے جس سے سب سے زیادہ غریب عوام بری طرح متاثر ہوتے ہیں جن کا جوئے جیسی (Casino like) سرگرمیوں سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ جنوب مشرقی ایشیا کے بعض ممالک آج کل مغرب کی سٹے بازی کے ہاتھوں شدید اقتصادی بحران کا شکار ہیں حالانکہ ان کی اقتصادی بنیادیں بڑی مضبوط ہیں۔ وہاں کے عوام بڑے محنتی ہیں اور ان کی بچت اور سرمایہ کاری کی شرح کافی بلند ہے' اس طریقے سے چند لالچی لوگوں کے لالچ Greed کے نتیجے میں اسٹاک مارکیٹیں Crash ہو گئیں اور کسی معقول وجہ کے بغیر وہاں کی معیشت تباہ و برباد ہو گئی جس کے بعد مغربی ماہرین اقتصادیات بڑے فخر کے ساتھ یہ اعلان کرتے ہیں کہ ان (جنوب مشرقی ایشیا کے ممالک) کی مضبوط معیشت کا بلبلہ پھٹ گیا ہے۔

سٹے بازی کا عمل اپنی فطرت (Nature) کی وجہ سے ان ممالک کی حمایت کرتا ہے جو اقتصادی طور پر پہلے ہی بہت آگے ہوتے ہیں یا دوسرے الفاظ میں اقتصادی سیڑھی پر بہت بلندی پر ہوتے ہیں اور جو مشکل ہی سے ترقی پذیر ممالک کو اس وقت تک اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کا موقع دیتے ہیں جب تک ترقی پذیر ممالک ان کے ساتھ کوئی مصالحانہ یا سمجھوتے والے اقدامات کا اعلان نہ کریں اور ایسا کرنے کی صورت میں ان (ترقی پذیر) ممالک کو ابتدائی طور پر جو فائدے ہوں گے' ان کا نتیجہ بعد میں ان کو درمیانی مدت سے طویل المیعاد تک نقصان کی صورت میں ملتا ہے۔ ربوا (سود) کے ساتھ ساتھ سٹے بازی کے خاتمے کے لیے خصوصی توجہ دی جائے جو اسلام میں سود ہی کی طرح حرام ہے۔

ملک کی کرنسی (Currency) کی قدر میں کمی (Devalue) موجودہ اقتصادی نظام کا ایک اور طریقہ (Norm) ہے جو منطق کے بالکل خلاف ہے۔ کرنسی کی قدر میں کمی اس مخصوص ملک (جس کی کرنسی کی قدر کم ہو گئی ہے) کی برآمدات (Exports) کو سستا کرتی ہے اگرچہ برآمد کی جانے والی اشیاء کی قیمت (Quality) اور ان کی تیاری کی کوششوں یا محنت میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔

اسی طرح اس مخصوص ملک (جس کی کرنسی کی قدر میں کمی کی گئی ہو) درآمدات (Imports) کی قدر (Value) میں کسی معقول وجہ کے بغیر اضافہ ہو جاتا ہے۔ کرنسی کی قیمت میں کمی افراط زر میں بھی آگ کی سی تیزی کے ساتھ اضافہ کرتی ہے' اس سب کے باوجود یہ (Devaluation) آئی ایم ایف (IMF) کی طرف سے ترقی پذیر ممالک کو جو پہلے ہی اقتصادی مشکلات کا شکار ہوتے ہیں' ان کی مشکلات کے حل کے لیے عام طور پر تجویز کیے گئے حل (Solutions) میں سے ایک حل ہے۔

اسلامی اقتصادی نظام کو وضع کرتے وقت مسلمان ماہرین کو کرنسی کی قدر میں کمی (Devalution) کے حربے یا عمل اور اس کے ربوا (سود) سے پاک اقتصادی نظام کے آسانی کے ساتھ چلانے میں اثرات کا تنقیدی جائزہ ضرور لینا چاہیے۔

افراط زر (Inflation) کی لعنت کو ربوا (سود) سے پاک اقتصادی نظام پر عمل کرنے کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ بیان کیا جاتا ہے لیکن افراط زر قانون فطرت (Law of nature) نہیں ہے جو متعین (Fixed) اور ناگزیر (Unavoidable) ہے۔ افراط زر کے خاتمے کے لیے بھی کوئی طریقہ کار ہو سکتا ہے یا اسے کم سے کم سطح تک لے کم کیا جا سکتا ہے۔

بنیادی طور پر افراط زر اشیاء اور خدمات کی رسد Supply اور طلب demand میں فاصلے یا فرق Gap سے پیدا ہوتا ہے۔ اگر اس فرق کو کم سے کم کر دیا جائے تو افراط زر بھی کم ہو جائے گا بشرطیکہ افراط زر میں اضافے کی وجہ سود کرنسی کی قدر میں کمی اور سٹے بازی جیسے دوسرے عوامل نہ ہوں۔ اس فرق (Gap) کو کم کرنے کے لیے ہمیں سب سے پہلے روز مرہ استعمال کی نہایت اہم اشیاء کی تیاری کے لیے تمام وسائل کو بروئے کار لانا ہوگا اور بقیہ وسائل کو ثانوی اہمیت کی اشیاء کی تیاری پر صرف کرنا چاہیے۔ ہم پیداواری وسائل کو غیر ضروری اور پر تعیش اشیاء کی تیاری سے ہٹا کر بنیادی ضرورت کی اشیاء کی تیاری کی جانب لگا کر ان بنیادی اشیاء کو زیادہ تعداد میں تیار کر کے ان کی قیمت میں بھی کمی کر سکتے ہیں۔

Business cycles ایک دوسرا اقتصادی عمل ہے۔ جس کے مطابق کسی بھی معیشت کی مشکلات کا سبب یا تو افراط زر ہوگا یا بیروزگاری' گویا ان دو مشکلات میں سے ایک مصیبت ہر وقت موجود رہے گی۔ ایک اسلامی اقتصادی نظام تشکیل دیتے وقت مسلمان ماہرین معیشت کو یہ سوالات ذہن میں رکھنا ہوں گے کہ کیا یہ بزنس سائیکلز واقعی ناگزیر ہیں؟ کیا واقعی ایک ایسا معاشرہ قائم کرنا ناممکن ہے جہاں افراط زر نہ ہونے کے برابر ہو اور ساتھ ہی ان افراد کے لیے روزگار کی فراہمی بھی ممکن ہو جن کو اس کی ضرورت ہے۔

اکثر تجویز کیا جاتا ہے کہ طلب (Demand) اور خرچ (Consumption) میں ترغیب کساد بازاری (recession) سے نکلنے کا ایک ذریعہ ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اقتصادی ماہرین اس حقیقت کا احساس کرنے میں ناکام ہو گئے ہیں کہ طلب (Demand) تک ایک بنیادی سطح (level) کم از کم لازمی اشیاء کی حد تک ہمیشہ موجود رہتی ہے اور یہ طلب اقتصادی سرگرمی پیدا یا شروع کرنے کے لیے کافی ہے' بجائے اس کے کہ مصنوعی طلب پیدا کی جائے اور عوام کو بعض غیر ضروری اشیاء کے غیر ضروری استعمال پر تیار کیا جائے۔

خرچ کرنے کے جس کلچر کی ملٹی نیشنل کمپنیوں نے دنیا بھر میں حوصلہ افزائی کی ہے' اس سے نہ صرف ہمارے نوجوانوں میں فضول خرچی اور تصنع کی عادات پیدا ہو رہی ہیں بلکہ اس سے قدرتی پیداواری وسائل کا بھی ضیاع ہو رہا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ ہم اپنی آنے والی نسلوں کے لیے کچھ بھی بچا کر رکھنے کا منصوبہ نہیں رکھتے۔ یہ ملٹی نیشنل کمپنیاں دنیا بھر میں اپنی

مصنوعات کی کھپت میں مزید اضافے کے لیے مارکیٹنگ اور فروغ اشیاء کی اشتہاری مہموں (Marketing & promotional compaigns) پر بھاری رقوم خرچ کرتی ہیں۔

اس کے بعد خرچ کی جانے والی اس بھاری رقم کو اشیاء کی قیمتوں میں اضافے کے ذریعہ صارفین سے وصول کیا جاتا ہے جس سے افراط زر میں بے تحاشا اضافہ ہوتا ہے۔ پھر بڑی بڑی کمپنیوں اور اداروں میں باہمی مقابلے کی جنگیں (Wars) ہوتی ہیں جو ایک دوسرے سے مارکیٹ میں اس کے حصص کو چھیننے کی کوشش میں اپنے بھاری وسائل ضائع کر دیتی ہیں حالانکہ ان میں سے ہر کمپنی کے پاس مارکیٹ کا ایک بڑا حصہ موجود ہوتا ہے۔

اگر اس رجحان کو روک دیا جائے تو اس طرح غیر ضروری مقابلوں اور غیر ضروری ایک ہی جیسی مصنوعات کی تیاری میں خرچ (ضائع) ہونے والے وسائل دوسری جگہ جو زیادہ پیداواری اور ضروری ہوں، استعمال کیے جا سکتے ہیں۔

خسارے کی سرمایہ کاری (Deficit Financing) موجودہ اقتصادی نظام کا ایک اور طریقہ ہے جس پر تنقید کی ضرورت ہے۔ موجودہ طریقہ practice یہ ہے کہ پہلے کسی مخصوص برس میں ہونے والے اخراجات کا تعین فیصلہ کر لیا جاتا ہے اور اس کے بعد آمدنی اور اخراجات میں کمی (fall short) کو ملکی اور غیر ملکی قرضے لے کر پورا کیا جاتا ہے جس سے سنگین اقتصادی مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ اس سے نہ صرف افراط زر میں بے تحاشا اضافہ ہوتا ہے اور ملک قرضے اور سود کے شکنجے میں پھنس جاتا ہے بلکہ غیر ملکی قرضوں اور خاص طور پر غیر مسلم ذرائع سے ملنے والے قرضوں کی صورت میں ملک کی خود مختاری بھی داؤ پر لگ جاتی ہے۔

ایک اسلامی ملک کو اپنے ذرائع اور وسائل کے اندر رہنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ ایک اسلامی حکومت کو بجٹ بناتے وقت آغاز آمدنی سے کرنا چاہیے اور آمدنی کا جائزہ پہلے لے کر پھر ترجیحات کے اعتبار سے اخراجات کا تعین کرنا چاہیے۔ اسی طرح بعض بڑے منصوبوں کے لیے وسائل کے لیے متبادل ذرائع کی تلاش بھی کرنی چاہیے۔

ایک اور بات جس کی اصلاح کی ضرورت ہے، وہ اپنا زر مبادلہ (Foren Reserves) غیر ملکی کرنسی میں رکھنے کا عمل ہے۔ مثال کے طور پر دنیا کے بہت سے ممالک آج کل اپنا زر مبادلہ امریکی ڈالر کی کرنسی میں رکھتے ہیں اس لیے امریکی ڈالر کی دنیا میں بڑی مانگ ہے اور اس کی یہ طلب اس کو مستحکم رکھنے میں بڑا کردار ادا کرتی ہے اور اس کی قیمت میں کمی کی بجائے اس میں اضافہ ہی ہوتا رہتا ہے۔ اس طرح ایک لحاظ سے ڈالر کی اصل طاقت ہے جس کی وجہ سے کسی حد تک دنیا کے دوسرے ممالک کی اقتصادیات کے مقابلے میں امریکی معیشت کو ڈالر کی اس حیثیت کی بنا پر برتری حاصل ہے۔

آخر میں ہمیں لازمی طور پر یہ احساس کرنا چاہیے کہ وقت کا اب یہ تقاضا ہے کہ ہم موجودہ اقتصادی اور مالیاتی نظام کی جگہ سود سے پاک ایک ایسے اقتصادی نظام کی تشکیل کریں جو امت مسلمہ کی ضرورت کو پوری کرتا ہو، موجودہ اقتصادی نظام کے خلاف اس کی خامیوں کی بنا پر اب دنیا کے مختلف حلقوں سے آوازیں بلند کی جا رہی ہیں۔ کیلی فورنیا کے ایک ادارے اسیوٹ برائے خوراک و ترقیات (Institue for food and Development policy) نے اپنی رپورٹ میں لکھا ہے، عالمی بھوک کی اصل وجہ (وسائل کی) قلت نہیں، ناگزیریت (Inevitability) نہیں بلکہ سیاست (politics) ہیں جو ہر شخص کو مواقع (Oppurtunities) فراہم کرنے میں ناکام ہو گئی ہے۔ بالآخر اس موجودہ نظام میں تبدیلیاں آئیں گی مگر یہ تکلیف دہ طرز پر ایک ست عمل ہوگا۔ مسلمانوں کو انسانوں کے ہاتھوں بنائے ہوئے اس اقتصادی نظام کی اندھی تقلید کو ختم کر کے قرآن وسنت کے الہامی اصولوں اور قوانین پر مبنی سود سے پاک اقتصادی نظام وضع اور اس پر عملدر آمد کر کے تبدیلی کے اس عمل کو تیز تر کرنا چاہیے۔ وہ پہلے ہی کسی اور کے بنائے ہوئے ضابطوں پر عمل کرتے کرتے اپنا بڑا وقت ضائع کر چکے ہیں اور ایک غیر اسلامی اقتصادی نظام کے ہاتھوں بڑی تباہی کا شکار ہو چکے ہیں جو پوری بنی نوع انسانیت کے لیے غیر منطقی حد تک غیر منصفانہ ہے۔ اگر ایک بار اہم الہامی اقتصادی قوانین کے مطابق نیا اسلامی اقتصادی نظام بنانے اور اس پر عمل کے لیے تیار ہو گئے تو ہمیں وہ معاملات اور مسائل جن کا حل آج ہمیں ناممکن نظر آتا ہے، وہ یقینی طور پر ممکن نظر آئے گا۔ ضرورت اس کی تشکیل دینے کے عزم کی ہے۔

(روزنامہ جنگ کوئٹہ۔ مئی ۶)

☆بقیہ کلمہ حق☆

ویسے بھی ایک سادہ سا سوال ہے کہ اگر تفتیش اور سزا کے سارے مراحل عدالتی کاروائی کے بغیر صرف ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے ذاتی صوابدید پر یا چند افراد کی کمیٹی کی رپورٹ پر مکمل کرنے ہیں جس میں کسی شخص کے بری الذمہ قرار پانے اور کسی کے مجرم ٹھہرنے کی صورتیں بھی شامل ہیں تو پھر اس سارے عدالتی نظام کی کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے؟ اور کیا عدالتی کاروائی سے قبل اس سارے مرحلے کو طے کر لینے کا مطلب باضابطہ طور پر پورے عدالتی نظام پر بے اعتمادی کا اظہار نہیں ہے؟

ہم راجہ محمد ظفر الحق صاحب سے گزارش کرنا چاہتے ہیں کہ وہ فادر روفن جولیس کی تجویز پر وزیر اعظم سے ضرور بات کریں لیکن اس کے پس منظر اور نتائج دونوں کا اچھی طرح جائزہ لے لیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ بعض اقلیتی لیڈروں کو خوش کرنے اور بین الاقوامی لابیوں کو مطمئن کرنے کے شوق میں توہین رسالتؐ پر موت کی سزا کے قانون اور ملک کے عدالتی نظام دونوں کو کسی "نمائشی شوروم" میں سجا دینے کا عمل راجہ صاحب موصوف کے ہاتھوں انجام پا جائے۔

جرس کارواں

کونسل کے راہنماؤں کا دورہ ڈیرہ اسماعیل خان

نفاذ شریعت سیمینار اور دیگر اجتماعات سے خطاب

پاکستان شریعت کونسل کے امیر مولانا فداء الرحمٰن درخواستی اور سیکرٹری جنرل مولانا زاہد الراشدی نے ڈیرہ اسماعیل خان کا دو روزہ دورہ مکمل کر لیا۔ انہوں نے اس دوران دارالعلوم نعمانیہ صالحیہ، جامعہ اسلامیہ دار التجوید غلہ منڈی اور جامع مسجد لمان اسلامیہ کالونی میں مختلف اجتماعات سے خطاب کرنے کے علاوہ مدرسہ نجم المدارس کلاچی میں مولانا قاضی عبد الکریم اور مولانا قاضی عبد اللطیف کے پوتوں کا قرآن کریم مکمل ہونے پر ایک خصوصی تقریب میں شرکت کی اور موسیٰ زئی شریف میں خانقاہ احمدیہ سعیدیہ کے سجادہ نشین مولانا صاحبزادہ محمد نعمان کی طرف سے دیے گئے ظہرانہ میں شریک ہوئے، پاکستان شریعت کونسل صوبہ سرحد کے امیر صاحبزادہ شمس الدین آف موسیٰ زئی شریف اور چکوال کے مولانا غازی احمد نعمانی بھی اس دورہ میں ہمراہ تھے۔

مولانا فداء الرحمٰن نے دورہ کی کامیابی میں تعاون پر ڈیرہ اسماعیل خان کے علماء کرام کا شکریہ ادا کیا اور امید ظاہر کی صوبہ سرحد کے دوسرے اضلاع کے علماء بھی پاکستان شریعت کونسل کے پروگرام کو آگے بڑھانے کے لیے اسی طرح تعاون کریں گے۔

نظام شریعت سیمینار

پاکستان شریعت کونسل کے سربراہ مولانا فداء الرحمٰن درخواستی نے کہا ہے کہ قرآن وسنت کی دستوری بالادستی کے لیے جدوجہد تمام دینی و سیاسی جماعتوں کی ذمہ داری ہے اور سب جماعتوں کو متحد ہو کر اس مقصد کے لیے مشترکہ جدوجہد کرنی چاہیے گزشتہ شب جامع مسجد لمان اسلامیہ کالونی ڈیرہ اسماعیل خان میں انجمن محمدیہ کے زیر اہتمام "نظام شریعت سیمینار" سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ پاکستان کے قیام کا بنیادی مقصد نظام شریعت کا نفاذ تھا اور اس سے انحراف کے نتیجہ میں نہ صرف عزیز پہلے دولخت ہو چکا ہے بلکہ ملک میں لسانیت اور علاقائیت کے فتنے از سرنو سر اٹھا رہے ہیں انہوں نے کہا کہ قرآن وسنت کا نظام نہ صرف ہماری بلکہ دنیا بھر کی ضرورت ہے کیونکہ اس کے بغیر دنیا میں کہیں بھی امن اور انصاف کا معاشرہ قائم نہیں ہو سکتا۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان میں اب تک قائم ہونے والی حکومتوں نے نفاذ اسلام کی طرف سنجیدہ توجہ نہیں دی اور اب بھی زبانی جمع خرچ کر سوا کچھ نہیں ہو رہا جبکہ ضرورت اس امر کی ہے کہ قومی وحدت اور ملکی سالمیت کے تحفظ کے لیے حکومت اسلامی نظام کے عملی نفاذ کے لیے فوری اور موثر اقدامات کرے اور عوام بھی اپنی شخصی اور گھریلو زندگی میں اسلامی احکام کی پیروی کریں کیونکہ اسلامی احکام و قوانین کی عمل داری کے لیے سب کو اپنے اپنے دائرہ میں محنت کرنا ہو گی "نظام شریعت سیمینار" کی صدارت پاکستان شریعت کونسل صوبہ سرحد کے امیر صاحبزادہ شمس الدین آف موسیٰ زئی شریف نے کی۔ اور تحریک عمل برائے نفاذ کے سربراہ مولانا قاضی عبد الکریم آف کلاچی بطور مہمان خصوصی شریک ہوئے جبکہ پاکستان شریعت کونسل کے مرکزی سیکرٹری جنرل مولانا زاہد الراشدی اور ڈیرہ ڈویژن کے کنوینر مولانا عبد العزیز محمدی نے بھی خطاب کیا مولانا زاہد الراشدی نے سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ سود کے بارے میں حکومت کا یہ کہنا غلط ہے کہ بلا سود بینکاری کا کوئی سسٹم موجود نہیں ہے کیونکہ اسلامی نظریاتی کونسل نے پندرہ سال قبل بلاسود بینکاری کا جامع پروگرام پیش کر دیا تھا اور اس وقت کے وزیر خزانہ جناب غلام اسحاق خان نے ۸۴ء کی بجٹ تقریر میں واضح طور پر اعلان کیا تھا کہ سود کے بغیر بینکاری کا قابل عمل اور جامع نظام طے ہو گیا ہے اور ملک کے اگلے سال کا بجٹ مکمل طور پر غیر سودی ہو گا جبکہ دنیا میں اسی وقت ڈیڑھ سو کے لگ بھگ بینک ایسے ہیں جو سود کے بغیر کامیاب بینکاری کر رہے ہیں حتیٰ کہ بنک آف آئرلینڈ اور دیگر غیر مسلم بینکوں نے بھی بلا سود بینکاری کے کاؤنٹر قائم کیے ہیں جو کامیابی کے ساتھ چل رہے ہیں، انہوں نے کہا کہ پاکستان شریعت کونسل نے الیکشن اور اقتدار کی سیاست سے الگ تھلگ رہتے ہوئے ملک میں فکری اور نظریاتی طور پر نفاذ شریعت کی جدوجہد کو منظم کرنے کا فیصلہ کیا ہے، ہم اس سلسلہ میں کام کرنے والی ہر دینی و سیاسی جماعت سے تعاون کریں گے اور اس کا تعاون حاصل کرنے کی کوشش کریں گے، انہوں نے نفاذ شریعت کی نظریاتی جدوجہد سے دل چسپی رکھنے والے حضرات سے اپیل کی کہ وہ پاکستان شریعت کونسل کا

ساتھ دیں اور اس میں شامل ہو کر اس جدوجہد کو آگے بڑھائیں۔

کونسل کے راہنماؤں کی کوئٹہ میں پریس کانفرنس

پاکستان شریعت کونسل کے امیر مولانا فداء الرحمٰن درخواستی، سیکرٹری جنرل مولانا زاہد الراشدی نے ۲۲ مئی سے بلوچستان کا چار روزہ دورہ کیا اور کوئٹہ اور ژوب میں ایک درجن کے لگ بھگ اجتماعات سے خطاب کرنے کے علاوہ سرکردہ علماء کرام اور دینی راہ نماؤں سے ملک کی تازہ ترین صورت حال کے بارے میں تبادلہ خیالات کیا۔ پاکستان شریعت کونسل کے مرکزی نائب امیر مولانا اکرام الحق خیری، مرکزی ڈپٹی سیکرٹری جنرل مولانا عبد الرشید انصاری، مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن مولانا قاری اللہ داد، صوبہ بلوچستان کے راہ نما مولانا محمد حسن کاکڑ، مولانا نجی داد خوستی، مولانا اللہ داد کاکڑ، پروفیسر ڈاکٹر حافظ احمد خان اور مولانا رشید احمد درخواستی بھی ان کے ہمراہ تھے۔

پاکستان شریعت کونسل کا قیام دو سال قبل ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کی جدوجہد کو آگے بڑھانے کے لیے عمل میں لایا گیا تھا جس کا بنیادی ہدف اسلامی نظام کے نفاذ اور بیرونی مداخلت کی روک تھام کے لیے انتخابی سیاست اور اقتدار کی کشمکش سے الگ تھلگ رہتے ہوئے فکری اور نظریاتی جدوجہد کرنا ہے اور اس کا دائرہ کار ایک ورکنگ گروپ اور "اسٹڈی سرکل" کے طور پر نفاذ اسلام کے لیے عوام کی ذہن سازی، رائے عامہ کی راہ نمائی اور دینی حلقوں اور مراکز کے درمیان رابطہ ومفاہمت کا فروغ ہے اور اسی وجہ سے پاکستان شریعت کونسل کے دروازے سب لوگوں کے لیے کھلے رکھے گئے، کسی بھی دینی و سیاسی جماعت کے ارکان اپنی اپنی جماعت میں کام کرتے ہوئے پاکستان شریعت کونسل میں بھی شامل ہو سکتے ہیں اور مشترکہ مقاصد کے لی جدوجہد میں حصہ بھی لے سکتے ہیں۔

پاکستان شریعت کونسل نے ملک کی ہر دینی و سیاسی جماعت کے ساتھ اپنے مقاصد واہداف کے حوالے سے تعاون کرنے اور ہر جماعت کا تعاون حاصل کرنے کی پالیسی اختیار کر رکھی ہے اور ہماری خواہش ہے کہ ملک کی دینی وسیاسی جماعتوں کو اسلام کی بالادستی اور نفاذ کے لیے زیادہ سے زیادہ آپس میں قریب لایا جائے اور مشترکہ جدوجہد کی راہ ہموار کی جائے۔

پاکستان شریعت کونسل اس وقت ملک بھر میں تنظیم سازی کے مرحلہ سے گزر رہی ہے اور ملک کے مختلف حصوں میں اس کی رکن سازی جاری ہے۔ اسی مقصد کے لیے صوبہ بلوچستان کے لیے مولانا محمد حسین کاکڑ (کوئٹہ) مولانا نجی داد خوستی (ژوب) اور مولانا عبید اللہ (مستونگ) پر مشتمل تین رکنی صوبائی رابطہ کمیٹی قائم کی گئی ہے جس کے سربراہ مولانا محمد حسن کاکڑ ہوں گے جبکہ پاکستان شریعت کونسل کے باضابطہ انتخابات تک مرکزی جامع مسجد گروپ کے خطیب مولانا اللہ داد کاکڑ کو کونسل کا مرکزی نائب امیر مقرر کیا گیا ہے۔

پاکستان شریعت کونسل کا سالانہ قومی کنونشن ۲۹ اگست کو وفاقی دارالحکومت اسلام آباد میں طلب کیا جا رہا ہے جس میں چاروں صوبوں، آزاد کشمیر، شمالی علاقہ جات، وفاقی دارالحکومت اور قبائلی علاقہ جات سے سرکردہ علماء کرام اور دینی کارکن شریک ہوں گے اور کونسل کے مرکزی عہدہ داروں کے انتخاب کے علاوہ آئندہ لائحہ عمل اور پروگرام کا اعلان کیا جائے گا۔

پاکستان شریعت کونسل یہ سمجھتی ہے کہ ملک کی وحدت وسالمیت اور قومی خود مختاری کے لیے اسلام کا عادلانہ نظام کا مکمل نفاذ ضروری ہے اور اسلام کا نفاذ میں سب سے بڑی رکاوٹ برطانوی استعمار کی یادگار نو آبادیاتی نظام اور پاکستان کے داخلی معاملات میں امریکہ اور دیگر عالمی قوتوں کی روز بروز بڑھتی ہوئی مداخلت ہے جس نے پاکستان کی اسلامی شناخت اور قومی خود مختاری کو خطرے میں ڈال دیا ہے اور اس کے خلاف پوری قوم کو آزادی کی جنگ لڑنا ہوگی اور دینی جماعتوں کو متحد ہو کر میدان میں آنا ہوگا۔

پاکستان شریعت کونسل یہ سمجھتی ہے کہ دستور پاکستان میں قرآن وسنت کی غیر مشروط بالادستی کی شق کا اضافہ ضروری ہے اس کے بغیر اسلامی قوانین کا عملی نفاذ کی کوئی ضمانت نہیں دی جا سکتی ہے اس مقصد کے لیے حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپوزیشن کو اعتماد میں لے کر اس کے جائز اعتراضات کو دور کرے اور اپوزیشن کو چاہیے کہ وہ سیاسی اختلافات کے مسائل کو الگ تھلگ رکھتے ہوئے قرآن وسنت کی دستوری بالادستی کے اہتمام میں شریک ہو۔

پاکستان شریعت کونسل سودی نظام کو ملک کے معاشی بحران اور اقتصادی تباہ بحالی کا سب سے بڑا باعث سمجھتی ہے اور حکومتی حلقوں کے اس موقف کو بے بنیاد سمجھتی ہے کہ سود کے بغیر بینکاری اور تجارت کے نظام کو نہیں چلایا جا سکتا کیونکہ دنیا میں بیسیوں بینک سود کے بغیر کامیاب بینکاری کر رہے ہیں اور اسلامی نظریاتی کونسل کی جامع رپورٹ کے علاوہ راجہ محمد ظفر الحق کی سربراہی میں سرکردہ علماء کرام اور اقتصادی ماہرین کی کمیٹی نے بھی بلا سود معیشت اور جامع پروگرام کا اعلان کیا ہے۔

پاکستان شریعت کونسل اسلامی نظام کے لیے کام کرنے والی تمام دینی و سیاسی جماعتوں سے اپیل کرتی ہے کہ وہ باہمی رابطہ ومفاہمت کو فروغ دیں اور مشترکہ جدوجہد کی راہ ہموار کریں۔

پاکستان شریعت کونسل صوبہ سرحد کے امیر

صاحبزادہ شمس الدین آف موسیٰ زئی انتقال کر گئے

---------- انا للہ وانا الیہ راجعون

موسیٰ زئی شریف ضلع ڈیرہ اسماعیل خان کی معروف خانقاہ احمدیہ سعیدیہ کے بزرگ اور پاکستان شریعت کونسل صوبہ سرحد کے امیر حضرت صاحبزادہ شمس الدین صاحب گزشتہ ہفتے انتقال کر گئے' انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ان کا شمار علاقہ کے سرکردہ دینی وسماجی راہنماؤں میں ہوتا تھا۔ گزشتہ ماہ وہ پاکستان شریعت کونسل کے امیر مولانا فداء الرحمٰن درخواستی اور سیکرٹری جنرل مولانا زاہد الراشدی کے ضلع ڈیرہ اسماعیل خان کے دو روزہ دورہ کے موقع پر ان کے ساتھ شریک رہے اور موسیٰ زئی شریف میں ان کے اعزاز میں پر تکلف ظہرانے کا اہتمام کیا مگر اس کے چند روز بعد وہ اس دار فانی سے رحلت کر گئے۔

پاکستان شریعت کونسل کے راہ نماؤں مولانا فداء الرحمٰن درخواستی' مولانا زاہد الراشدی' مولانا منظور احمد چنیوٹی' مولانا اکرام الحق خیری' مولانا عبد الرشید انصاری' مولانا قاری سعید الرحمٰن' مولانا حامد علی رحمانی' مولانا قاری جمیل الرحمٰن اختر' مولانا سیف الرحمٰن ارائیں' مولانا مخدوم منظور احمد تونسوی' مولانا احسان اللہ ہزاروی' مولانا صلاح الدین فاروقی اور مولانا حافظ مہر محمد میانوالوی نے صاحبزادہ صاحب مرحوم کی وفات پر گہرے رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے ان کی ملی ودینی خدمات پر خراج عقیدت پیش کیا ہے اور اپنے تعزیتی پیغامات میں کہا ہے کہ ہم ایک مشفق بزرگ اور مخلص ساتھی سے محروم ہو گئے ہیں۔ ان راہ نماؤں نے خانقاہ احمدیہ سعیدیہ موسیٰ زئی شریف کے بزرگوں اور ساتھیوں اور مرحوم کے اہل خاندان کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے دعا کی ہے کہ اللہ رب العزت مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کریں اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق سے نوازیں' آمین یا رب العالمین

پاکستان شریعت کونسل کے راہنماؤں کو استقبالیہ

پاکستان شریعت کونسل کے راہ نماؤں مولانا فداء الرحمٰن درخواستی' مولانا زاہد الراشدی اور مولانا اکرام الحق خیری کے دورۂ کوئٹہ کے موقع پر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے صوبائی دفتر میں استقبالیہ دیا جس میں مجلس تحفظ ختم نبوت بلوچستان کے امیر حضرت مولانا منیر الدین' مرکزی جامع مسجد کوئٹہ کے خطیب مولانا انوار الحق حقانی اور جناب فیاض حسن سجاد سمیت سرکردہ علماء کرام اور جماعتی راہ نماؤں نے شرکت کی۔ اس موقع پر خطاب کرتے ہوئے مولانا فداء الرحمٰن درخواستی نے کہا کہ ہمارے تمام مسائل کا حل شریعت اسلامیہ کے نفاذ میں ہے اس لیے سب جماعتوں کو مل کر اس کے لیے جدوجہد کرنی چاہیے۔

لندن میں ورلڈ اسلامک فورم کی فکری نشست

۱۲ جون ۹۹ء کو ابوبکر اسلامک سنٹر ساؤتھ آل لندن میں ورلڈ اسلامک فورم کی ایک فکری نشست فورم کے چیئرمین مولانا محمد عیسیٰ منصوری کی زیر صدارت منعقد ہوئی جس میں جمعیت علماء اسلام پاکستان کے نائب امیر اور اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن مولانا سید امیر حسین گیلانی بطور مہمان خصوصی شریک ہوئے جبکہ شرکاء میں مولانا زاہد الراشدی' مولانا محمد عمران خان جہانگیری' مولانا امداد الحسن نعمانی' قاری محمد طیب عباسی' مولانا مفتی برکت اللہ' ڈاکٹر نذر الاسلام بوس' حافظ حفظ الرحمٰن تارا پوری' عبد الستار شاہد' جناب رفعت لودھی' جناب سلیمان خان' محمد طارق' الطاف رانا' عابد رانا اور دیگر حضرات شامل تھے۔

مولانا سید امیر حسین گیلانی نے پاکستان میں اسلامی قوانین کے نفاذ کے حوالہ سے اسلامی نظریاتی کونسل کے کام پر روشنی ڈالی اور بتایا کہ اسلامی نظریاتی کونسل نے ملک میں رائج تمام قوانین کا جائزہ لے کر ساڑھے چھ سو کے لگ بھگ قوانین کے بارے میں اپنی سفارشات پر مشتمل مکمل اور جامع رپورٹ حکومت کو دسمبر ۹۷ء میں پیش کر دی تھی اور آئین کی رو سے حکومت اس امر کی پابند ہے کہ اسلامی نظریاتی کونسل کی مکمل رپورٹ موصول ہو جانے کے دو سال کے اندر اسے اسمبلی میں پیش کر کے قانون سازی کرے لیکن ڈیڑھ سال کا عرصہ گزر جانے کے باوجود یہ سفارشات اسمبلی میں پیش نہیں کی گئیں اور اب اس کی دستوری مدت میں صرف چھ ماہ باقی رہ گئے ہیں۔

انہوں نے بتایا کہ اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ میں زندگی کے تمام شعبوں اور ان سے متعلقہ قوانین کا احاطہ کیا گیا ہے اور کسی قانون کے بارے میں اس کا جائزہ لینے اور قرآن وسنت کی روشنی میں اس کی اصلاح کے لیے سفارش پیش کرنے کا کام باقی نہیں رہا اس لیے اسلامائزیشن کے بارے میں جو کام علماء اور قانون دانوں کے ذمہ تھا' وہ مکمل ہو گیا ہے اور اب گیند حکومت کی کورٹ میں ہے لہذا اب بھی اگر اسلامی قوانین کا نفاذ عمل میں نہ لایا گیا تو اس کی ذمہ داری صرف اور صرف حکومت پر ہوگی۔

مختلف دینی جماعتوں کے راہ نماؤں کے نام ایک اہم خط

محترمی و مکرمی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی؟

گزارش ہے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں قرآن و سنت کی دستوری بالادستی کی جدوجہد، قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دے کر اسلام کے نام پر سرگرمیوں سے روکنے، توہین رسالت پر موت کی سزا اور دیگر نافذ شدہ بعض اسلامی قوانین کے حوالہ سے اس وقت عالمی سطح پر جو کشمکش جاری ہے، اس کے بارے میں دو اہم خبریں پیش خدمت ہیں جو تازہ ترین صورت حال کی عکاسی کرتی ہیں۔ آنجناب سے گزارش ہے کہ اس سلسلہ میں رائے عامہ کی راہ نمائی فرمائیں اور اسلامی قوانین کے تحفظ کے لیے اپنا اثر ورسوخ استعمال کریں۔

امید ہے کہ آپ ضرور توجہ فرمائیں گے۔ بے حد شکریہ

ابو عمار زاہد الراشدی
سیکرٹری جنرل پاکستان شریعت کونسل
نزیل ابوبکرؓ اسلامک سنٹر ساؤتھ آل، لندن

(۱) لندن (سٹاف رپورٹر) برطانوی وزیر خارجہ کے وزیر مملکت جیف ہون نے پاکستان میں مذہبی عدم رواداری اور اقلیتی گروہوں کے خلاف مذہبی بنیادوں پر امتیاز برتے جانے پر تشویش کا اظہار کیا ہے اور حکومت پاکستان سے کہا ہے کہ وہ مذہبی اقلیتوں کے حقوق اور انسانی حقوق کے تحفظ کو یقینی بنائے۔ انہوں نے کہا کہ برطانیہ مذہبی اور انسانی حقوق کا مسئلہ متعدد بار حکومت پاکستان کے ساتھ اٹھا چکا ہے اور اس پیش رفت کو بہت قریب سے مانیٹر کرے گا۔ ہاؤس آف کامنز میں پاکستان میں احمدیوں کے حوالے سے انسانی حقوق کے بارے میں پنجی کے ممبر پارلیمنٹ ٹونی کولمین کے ایما پر ہونے والی بحث کو سمیٹتے ہوئے جیفری ہون نے کہا کہ یہ امر باعث پریشانی ہے کہ انہیں ایک دوست ملک میں، جس کے ساتھ برطانیہ کے تاریخی، ثقافتی، تجارتی اور دوسرے گہرے رشتے ہیں، انسانی حقوق پر بات کرنا پڑ رہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ٹونی کولمین کی طرح حکومت کو بھی احمدیوں کے ساتھ ساتھ عیسائیوں اور ہندوؤں سمیت دوسری مذہبی اقلیتوں کی پوزیشن پر تشویش ہے۔ انہوں نے کہا کہ قائد اعظم نے قیام پاکستان کے وقت یقین دلایا تھا کہ وہاں ہر مذہب کے لوگوں کو آزادی ہوگی۔ پاکستان کا آئین اس کی عکاسی بھی کرتا ہے لیکن بعض قوانین تشویش کا باعث ہیں جن میں توہین مذہب کے قانون کی دفعہ ۲۹۵ سی بھی ہے جسے کئی بار مذہبی اقلیتوں کو ہدف بنانے کے لیے غلط استعمال کیا گیا۔ جیف ہون نے کہا برطانیہ نے پاکستان سے بار بار کہا ہے کہ توہین مذہب کے قانون میں ترمیم یا اسے ختم کرے جس کا ہدف احمدی بھی بنے ہیں۔ یورپی یونین نے بھی یہ مسئلہ اٹھایا اور جنیوا میں انسانی حقوق کے کمیشن کے اجلاس کے دوران یورپی یونین نے توہین رسالت پر سزائے موت ختم کرنے کا مطالبہ کیا۔ جیف ہون نے کہا احمدی کمیونٹی کا کہنا ہے کہ انہیں مذہبی آزادی نہیں۔ اس طرح احمدیوں اور دوسری مذہبی اقلیتوں کو انسداد دہشت گردی کے نئے قانون کے بارے میں بھی تشویش ہے کیونکہ توہین مذہب پر گرفتار کر کے ان خلاف مقدمہ انسداد دہشت گردی کی عدالت میں پیش کیا جا سکتا ہے جہاں اپیل کا حق نہیں۔ برطانوی حکومت نے پاکستان سے کہا ہے کہ وہ نئے قانون کو ذمہ داری سے منصفانہ طور پر لاگو کرے۔ جیف ہون نے شریعت بل پر بھی تشویش کا اظہار کیا اور کہا کہ اس سے مذہبی اقلیتوں اور خواتین کے حقوق متاثر ہو سکتے ہیں اس لیے پاکستان سے کہا گیا ہے کہ نیا قانون بین الاقوامی طور پر تسلیم شدہ انسانی حقوق کے معیار کے مطابق ہونا چاہئے۔ وزیر مملکت نے کہا کہ برطانوی حکومت کو بڑھتی ہوئی مذہبی عدم رواداری خصوصاً ربوہ کا نام تبدیل کرنے پر بھی تشویش ہے۔ انہوں نے کہا کہ مذہبی عدم رواداری، اقلیتی مذہبی حقوق اور انسانی حقوق کا معاملہ سابق وزیر مملکت ڈیرک فیچٹ نے وزیر قانون انور خالد کے ساتھ اٹھایا تھا جنہوں نے اقدام کا وعدہ کیا تھا۔ برطانیہ پیش رفت پر قریبی نظر رکھے ہے۔ انہوں نے پارلیمنٹ کو بتایا کہ برطانوی دفتر خارجہ کے حکام نے اقلیتوں کے مذہبی اور انسانی حقوق کا معاملہ گزشتہ ماہ پاکستان کے دفتر خارجہ کے حکام کے ساتھ بھی اٹھایا تھا۔ ان میں توہین رسالت اور انسداد دہشت گردی کا قانون بھی شامل تھا۔ پاکستانی حکام نے تسلیم کیا تھا کہ مذہبی عدم برداشت ثقافتی اور قانونی مسئلہ ہیں۔ انہوں نے کہا کہ حکومت مسلسل پاکستان پر دباؤ رکھے ہے کہ وہ قوانین کا منصفانہ استعمال کرے۔ بحث میں ٹونی کولمین کے علاوہ ٹوری پارٹی کی رکن ورجیبیا باٹملے نے بھی حصہ لیا۔

(روزنامہ جنگ لندن۔ ۱۱ جون ۹۹ء)

(۲) لندن (سٹاف رپورٹر) پاکستان کے پارلیمانی سیکرٹری اطلاعات ونشریات میاں انوار الحق رامے نے کہا ہے کہ پاکستان میں توہین رسالت کے سلسلہ میں آئندہ جو بھی

شکایت آئے گی تو کیس رجسٹر کرنے سے قبل ایک کمیٹی موقع پر جا کر حقائق کا جائزہ لے گی اور اگر شکایت درست ثابت ہوئی تو کیس رجسٹر کیا جائے گا۔ اس کمیٹی میں ڈپٹی کمشنر' عدلیہ کا نمائندہ' مسلم کرسچین اتحاد کے نمائندے اور بعض مقامی معززین شامل ہوں گے۔ کمیٹی کے قیام کا مقصد توہین رسالت کے قانون کے غلط استعمال اور دشمنی یا عداوت کی بنیاد پر کیسوں کے غلط اندراج کو روکنا ہے۔ یہاں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ وزارت مذہبی امور کے وزیر راجہ ظفر الحق نے اس سلسلہ میں ایک سمری وزیر اعظم کو بھیج دی ہے جس کی منظوری کے بعد یہ سلسلہ شروع ہو جائے گا۔ اس سے پاکستان کے خلاف بیرون ملک یہ پراپیگنڈہ ختم ہو جائے گا کہ وہاں توہین رسالت کے قانون کا غلط استعمال ہو رہا ہے' اقلیتوں کے ساتھ زیادتی ہو رہی لیکن حکومت خاموش ہے۔ البتہ انہوں نے کہا کہ توہین رسالت کے قانون کی دفعہ ۲۹۵ سی میں تبدیلی نہیں کی جائے گی۔ انوار الحق رامے امریکہ کا دورہ ختم کرنے کے بعد گزشتہ روز لندن پہنچے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ عیسائی راہنما بشپ جاوید البرٹ نے ان کے قیام امریکہ کے دوران اس خوشگوار تبدیلی کا معاملہ وہاں کے چرچ رہنماؤں کے سامنے پیش کیا تھا جبکہ کانگریس کے رہنماؤں کے ساتھ اس معاملہ کے ساتھ ساتھ کشمیر کا مسئلہ بھی اٹھایا۔ انہوں نے بتایا کہ حکومت اقلیتوں کو دوہرے ووٹ کے ساتھ ساتھ سینٹ میں نمائندگی دینے پر بھی غور کر رہی ہے۔ اس مقصد کے لیے سیاسی جماعتوں کو یا تو انہیں نمائندگی دینا ہوگی یا آئین میں تبدیلی کرنا پڑے گی۔

(روزنامہ جنگ لندن۔ ۱۰ جون ۹۹ء)

ہومیو ڈاکٹر محمد قاسم ضیاء (ڈی ایچ ایم ایس)

مرض اور غذا

بیماری کے دوران بد پرہیزی بہت بری چیز ہے۔ اس لیے جب انسان بیمار ہو جائے تو اس کو حالات کے مطابق متروک غذاؤں کو چھوڑ دینا چاہیے۔ ہومیو طریقہ علاج میں غذا تھوڑی اور عمدہ اچھی طرح چبا کر استعمال کرنی چاہیے۔ اگر اس اصول پر سختی سے کاربند رہا جائے تو بیماری کے حالات میں بھی تمام چیزیں استعمال کی جاسکتی ہیں البتہ تیز بخار اور شدید التہابی حالات میں گوشت اور دیگر محرک چیزوں کا استعمال غیر مفید ہوتا ہے۔ جسم کو جس چیز کی ضرورت ہوتی ہے' طبیعت اس کی طلب کرتی ہے لیکن مطلوبہ اشیاء کے انتخاب میں عقل سے کام لینا چاہیے کیونکہ ہر قسم کی کھٹی میٹھی' سرد اور گرم غذائیں بیک وقت فائدہ مند نہیں ہو سکتیں۔ طبیعت کی مطلوبہ چیزوں میں سے بہترین اشیاء کے انتخاب اور ان کو بنانے' دھونے اور خشک کرنے کے بعد تیار کرنے میں کافی احتیاط درکار ہے۔ اس طریقہ سے غذا کو تیار کرنا ضروری ہے کہ اس کے قدرتی جوہر ضائع نہ ہونے پائیں۔

سچی اور جھوٹی بھوک میں امتیاز ہونا ضروری ہے۔ جھوٹی قسم کی بھوک کا مریض چٹ پٹی اور کھٹی چیزوں کا طلب گار ہوتا ہے جو صحت کے لیے نقصان دہ ہوتی ہیں۔ بیماری کے دوران بھوک اور طلب انہیں چیزوں کی ہوتی ہے جن کی جسم کو ضرورت ہو۔ بعض اوقات مطلوبہ چیزیں بظاہر نقصان دہ ہوتی ہیں لیکن قدرت کے راز مخفی ہیں' ان کو سمجھنا وقت طلب کام ہے لیکن جب ان کو سمجھ لیا جائے تو بہترین نتائج پیدا ہوتے ہیں۔ قدرتی خواہشات کو پورا کرنے میں مذکورہ بالا اصول یعنی عقل مندانہ انتخاب اور مناسب مقدار غذا کو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ قدرتی اصول یہ ہے کہ طبیعت کے موافق سب کچھ کھاؤ اور غیر موافق سے قطعی پرہیز رکھو۔ پینے کی اشیاء میں سے تازہ پانی' تازہ دودھ' جو کا پانی' مفرد چینی کا شربت بغیر برف اور ہلکی پتی کی چائے گاہ بگاہ استعمال کی جاسکتی ہیں۔

فی زمانہ بیماریوں کی کثرت کی وجہ ہماری ناقص غذا ہے جس کو پکانے اور تیار کرنے میں خراب کر دیا جاتا ہے۔ پاکستان میں سب سے زیادہ خوردنی جنس گندم اور چاول ہیں۔ بد قسمتی سے موجودہ آلات تہذیب وتمدن نے انہیں حد سے زیادہ بگاڑ دیا ہے۔ آٹے میں مشین کی تیز پسائی تمام حیاتیاتی جوہر کو جلا ڈالتی ہے اور چاولوں کے ابالنے میں پانی ضائع کر دینے سے قیمتی اجزاء ضائع ہو جاتے ہیں۔ اس طرح اجسام میں وہ قیمتی غذائی جوہر نہیں پہنچتے جن کی جسم کو ضرورت ہوتی ہے۔ نتیجتاً نشوونما رک جاتی ہے۔ دانت جلدی گرنے لگتے ہیں یا خراب ہو جاتے ہیں۔ حافظہ کمزور ہو جاتا ہے اور چہرہ قبل از وقت بڑھاپے کی تصویر بن جاتا ہے۔ بس مضبوط جسم اور اچھی صحت کے لیے ضروری ہے کہ فطری اصولوں پر کاربند رہا جائے۔ سادگی کو اپنے روز مرہ معمولات میں جگہ دی جائے۔ سبزیوں اور دیگر غذاؤں کے قیمتی جواہر کو بھون بھون کر جلنے سے بچایا جائے۔ چاولوں کا پانی الگ کرنے کے بجائے ایسا طریقہ اختیار کیا جائے جیسے پنجاب میں کھچڑی تیار کرنے میں استعمال کیا جاتا ہے۔ تازہ پھل اور زود ہضم خوراک استعمال کی جائے۔ موجودہ دور کے خطرناک مشروبات کو ترک کر کے سادہ اور مفید مشروبات کو رواج دیا جائے۔ اچھی صحت اور تندرستی کا راز اسی میں ہے۔

مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبد الحمید سواتی

کے ایمان افروز خطبات پر مشتمل سلسلہ

خطبات سواتی

کی جلد پنجم شائع ہو کر منظر عام پر آچکی ہے

اہم عنوانات

☆ قرآن کریم اور سیرت محمدی ﷺ ☆ سیرت مطہرہ کی جامعیت ☆ حب رسول ﷺ کے تقاضے ☆ کتب سماویہ میں تحریف کی جسارت ☆ اللہ کی رحمت خاصہ کے مستحقین ☆ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ☆ حلت وحرمت کا قانون ☆ سیرت مطہرہ کے ماخذ ☆ سیرت کا پیغام

صفحات ۳۸۸۔ قیمت: ۱۳۰ روپے

ناشر: مکتبہ دروس القرآن' فاروق گنج گوجرانوالہ

ابوبکرؓ اسلامک سنٹر ساؤتھ آل کے قیام کی منظوری

ساؤتھ آل لندن کے مسلمان دس سال کی طویل اور صبر آزما جدوجہد کے بعد بالاخر ابوبکرؓ مسجد کے قیام کی باقاعدہ اجازت حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں اور ایلنگ کونسل کی ویسٹ پلاننگ کمیٹی نے گزشتہ روز ابوبکرؓ مسجد کی انتظامیہ کی طرف سے دی گئی "اسلامک ایجوکیشنل اینڈ ریکریشنل انسٹی ٹیوٹ" کی پلاننگ پرمیشن کی درخواست کی منظوری دے دی ہے۔ اس مرحلہ پر کمیٹی کے ہندو اور سکھ ارکان نے بھی مسلمانوں کا بھرپور ساتھ دیا اور اس طرح ساؤتھ آل براڈوے پر واقع چار منزلہ خوبصورت بلڈنگ "ویسٹ اینڈ ہاؤس" میں گزشتہ ڈیڑھ سال سے قائم ابوبکرؓ مسجد اور اسلامک ایجوکیشنل سنٹر نے قانونی حیثیت اختیار کر لی ہے۔

آج سے دس سال قبل پرانے ساؤتھ آل میں واقع مرکزی جامع مسجد کے کچھ نمازیوں نے مسجد میں جگہ کی قلت اور نمازیوں کی تعداد میں مسلسل اضافہ کے باعث براڈوے کے علاقہ میں نئی مسجد کی ضرورت محسوس کی اور ٹاؤن ہال کے قریب ویلیرز روڈ پر ایک مکان خرید کر مسجد ابوبکرؓ کے نام سے نماز باجماعت اور قرآن کریم کی تعلیم کا سلسلہ شروع کر دیا جو کم وبیش تین سال جاری رہا مگر ایلنگ کونسل نے اس کی منظوری نہ دی اور بالاخر ایلنگ کونسل کے حکم کے تحت اسے جبراً بند کر دیا۔ اس کے بعد ابوبکرؓ مسجد کی انتظامیہ نے نئی جگہ کی تلاش شروع کر دی اور اسی دوران ایلنگ کونسل کی طرف سے ساؤتھ آل کے ٹاؤن ہال کی نیلامی کی پیش کش سامنے آئی جس پر مسجد ابوبکرؓ کے لیے اس کا ٹینڈر بھر دیا گیا اور ایلنگ کونسل کے ساتھ تحریری طور پر اس کا سودا طے پا گیا مگر بعد میں مخالف مقامی کمیونٹی کے دباؤ پر کونسل نے مسجد کے لیے ٹاؤن ہال فروخت کرنے سے انکار کر دیا جس کے خلاف مسجد ابوبکرؓ کی انتظامیہ نے کورٹ سے رجوع کیا مگر وہ ٹاؤن ہال حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہو سکی۔ بعد ازاں نئی جگہ کی تلاش شروع ہوئی اور بالاخر اب سے ڈیڑھ سال قبل ساؤتھ آل براڈوے پر تجارتی مرکز کے وسط میں مہاراجہ ریسٹورنٹ کے ساتھ اور میکڈونلڈ کے سامنے واقع چار منزلہ وسیع اور خوبصورت بلڈنگ "ویسٹ اینڈ ہاؤس" خرید کر وہاں نماز باجماعت، جمعہ اور تعلیم قرآن کا سلسلہ شروع کر دیا گیا اور ایلنگ کونسل کو پلاننگ پرمیشن کے لیے باضابطہ درخواست دے دی گئی مگر گزشتہ سال ایلنگ کونسل کی ویسٹ پلاننگ کمیٹی نے جولائی کے دوران یہ درخواست "ٹریفک پرابلم" کی الجھن پیش کر کے مسترد کر دی۔

علاقہ کے مسلمانوں اور مسجد ابوبکرؓ کی انتظامیہ نے اس کے باوجود ہمت نہیں ہاری اور مجاز اتھارٹی کے سامنے اس فیصلہ کے خلاف اپیل دائر کرنے کے علاوہ ایلنگ کونسل سے اجازت کے لیے دوبارہ رجوع کرنے کا فیصلہ کیا جس پر ۹ جون کو پلاننگ کمیٹی نے مسجد ابوبکرؓ کی درخواست پر دوبارہ غور کیا اور علاقہ کے مسلمان کونسلر چودھری محمد اسلم نے مسلمانوں کا موقف ازسرنو وضاحت کے ساتھ پیش کیا جس پر کمیٹی کے چیئرمین ہمیش چندر اور دیگر ارکان ورندر پاٹھک، گورچرن سنگھ، گلدیپ سوتا اور رنجیت دھیر نے بھی ان کی بھرپور حمایت کی جبکہ کونسلر منجیت مل اور بعض گورے ارکان نے کھل کر مخالفت کی اور کم وبیش ڈیڑھ گھنٹے کی طویل اور گرما گرم بحث کے بعد کمیٹی نے پانچ کے مقابلہ میں نو ووٹوں سے ابوبکرؓ مسجد کی پلاننگ پرمیشن کی درخواست منظور کر لی۔

ایلنگ کونسل کے اس فیصلہ پر علاقہ بھر کے مسلمانوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی ہے اور وہ ابوبکرؓ مسجد کی انتظامیہ کے ذمہ دار حضرات حاجی محمد اشرف خان، عبد الستار شاہد اور حاجی محمد حنیف خان کو اور آپس میں ایک دوسرے کو گلے مل کر مبارک باد دے رہے ہیں اور مٹھائیاں کھلا رہے ہیں جبکہ فیصلہ کے فوراً بعد مسجد ابوبکرؓ میں نمازیوں نے شکرانہ کے نوافل ادا کیے اور ان کی مٹھائی اور مشروبات سے تواضع کی گئی۔

دریں اثنا حاجی محمد اشرف خان اور عبد الستار شاہد نے جو مسجد ابوبکرؓ کے منتظم کی حیثیت سے اس جدوجہد میں پیش پیش رہے ہیں، ساؤتھ آل کے تمام مسلمانوں کو مبارک باد دی ہے اور حمایت کرنے والے تمام کونسلروں اور شہریوں اور اداروں کا شکریہ ادا کیا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ اس دوران علاقہ کے سینکڑوں مسلمانوں، سکھوں اور ہندوؤں نے کونسل کو خطوط لکھے ہیں کہ مسجد اس علاقہ کے مسلمانوں کی ضرورت ہے جس پر انہیں کوئی اعتراض نہیں ہے جبکہ پولیس کی طرف سے کونسل کو رپورٹ پیش کی گئی کہ یہاں کوئی ٹریفک پرابلم نہیں ہے اور گزشتہ ڈیڑھ سال کے دوران مسجد ابوبکرؓ کے حوالہ سے ٹریفک پرابلم کی کوئی شکایت سامنے نہیں آئی جس پر ہم ابوبکرؓ مسجد کی انتظامیہ اور علاقہ بھر کے مسلمانوں کی طرف سے ان سب کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔

علاوہ ازیں پاکستان شریعت کونسل کے سیکرٹری جنرل مولانا زاہد الراشدی نے جو سالہا سال سے اس جدوجہد میں مسجد ابوبکرؓ کی انتظامیہ کے ساتھ شریک ہیں اور ان دنوں بھی مسجد ابوبکرؓ میں قیام پذیر ہیں، ایک بیان میں علاقہ کے مسلمانوں کو مبارک باد دیتے ہوئے حمایت کرنے والے کونسلروں اور دیگر سب اداروں اور شخصیات کا شکریہ ادا کیا ہے جن کی حمایت سے ساؤتھ آل کے مسلمان اپنا ایک جائز حق حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان میں اسلام کے عادلانہ نظام کے عملی نفاذ کے لیے
انتخابی اور گروہی سیاست سے الگ تھلگ رہتے ہوئے
رائے عامہ کی بیداری، علماء و کارکنوں کی ذہن سازی اور دینی حلقوں میں رابطہ و مفاہمت کا فروغ

پاکستان شریعت کونسل

کا مقصد قیام اور اساسی ہدف ہے اور کسی بھی دینی و سیاسی جماعت سے وابستہ حضرات اس میں شامل ہو کر فکری، نظریاتی اور علمی جدوجہد میں حصہ لے سکتے ہیں۔ البتہ پاکستان شریعت کونسل کے دستور میں صرف اتنی شرط عائد کی گئی ہے کہ اس کا کسی بھی سطح کا امیر یا جنرل سیکرٹری کسی دوسری جماعت کا عہدہ دار نہیں ہوگا۔

ملک بھر میں پاکستان شریعت کونسل کی رکن سازی جاری ہے

فارم رکنیت اور دیگر معلومات حاصل کرنے کے لیے مندرجہ ذیل حضرات سے رابطہ کریں

پنجاب	مولانا قاری جمیل الرحمٰن اختر	مسجد امن باغبانپورہ۔ جی ٹی روڈ۔ لاہور
سندھ	مولانا سیف الرحمٰن ارائیں	جامعہ مفتاح العلوم۔ سائٹ ایریا۔ حیدر آباد
سرحد	مولانا حفیظ الرحمٰن المدنی	جامعہ معراج العلوم۔ بنوں
بلوچستان	مولانا نخی داد خوستی	چینی مسجد۔ شیخ آباد۔ ژوب
آزاد کشمیر	مولانا عبدالحی	مدنی مسجد۔ دھیر کوٹ۔ ضلع باغ
اسلام آباد	مولانا قاری میاں محمد نقشبندی	جامع مسجد سیدنا ابراہیمؑ ۔ واپڈا کالونی۔ H/8

اگر آپ محسوس کرتے ہیں کہ نفاذ اسلام کے حوالہ سے لوگوں کی ذہن سازی علماء کرام اور دینی کارکنوں کی فکری و عملی تربیت اور اسلام دشمن قوتوں اور اداروں کی سرگرمیوں کی نشان دہی اور تعاقب کی ضرورت ہے تو ہمارے ساتھ اس جدوجہد میں شریک ہوں اور اپنی صلاحیتوں، توانائیوں اور وسائل کے ساتھ اسے آگے بڑھائیں۔

منجانب: مولانا فداء الرحمٰن درخواستی، امیر — جامعہ انوار القرآن آدم ٹاؤن 11-C-T نارتھ کراچی
ابو عمار زاہد الراشدی، سیکرٹری جنرل — مرکزی جامع مسجد۔ پوسٹ بکس ۳۳۱۔ گوجرانوالہ

پاکستان شریعت کونسل

REGD. NO.
CPL 368

Fortnightly
AL-SHARIA
Gujranwala

E-mail
alsharia@paknet4.ptc.pk

الشریعہ اکیڈمی

ہاشمی کالونی، کنگنی والا، جی ٹی روڈ، گوجرانوالہ

---- زیر سرپرستی ----
حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر
---- زیر نگرانی ----
مولانا زاہد الراشدی

☆ مجوزہ تعلیمی پروگرام ☆

○ پرائمری پاس بچوں اور بچیوں کے لیے پانچ سالہ کورس جس میں حفظ قرآن کریم، عربی گرامر کے ساتھ ترجمہ قرآن پاک، دیگر ضروری دینی تعلیم، میٹرک کی تیاری اور کمپیوٹر ٹریننگ شامل ہیں۔

○ درس نظامی کے فضلاء کے لیے ایک سالہ تربیتی کورس جس میں تقابل ادیان ونظریات، تاریخ اسلام، اسلامی نظام حیات، کمپیوٹر ٹریننگ اور تحریر وتقریر کی مشق کے ساتھ نان میٹرک فضلاء کو میٹرک کی تیاری اور میٹرک پاس فضلاء کو ایف اے کی تیاری کا پروگرام شامل ہے۔

○ عام شہریوں بالخصوص وکلاء، تاجروں اور طلبہ کے لیے روزانہ مغرب سے عشاء تک قرآن کریم با ترجمہ، ضروریات دین اور عربی زبان کی تعلیم کا انتظام

○ ضروریات دین، اسلامی تاریخ اور نظام اسلام کے حوالہ سے مختلف موضوعات پر خط وکتابت کورسز کا اہتمام تا کہ باقاعدہ تعلیم کے لیے وقت نہ دے سکنے والے حضرات وخواتین گھر بیٹھے دینی معلومات حاصل کر سکیں۔

☆ مجوزہ تعمیری پروگرام ☆

الشریعہ اکیڈمی کے مکمل پراجیکٹ کا نقشہ تیار ہو چکا ہے جس کے مطابق شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر دامت برکاتہم نے ٦۔ اپریل ٩٩ء کو سرکردہ علماء کرام اور شہریوں کی موجودگی میں سنگ بنیاد رکھ دیا ہے اور باقاعدہ تعمیر کا آغاز مولانا زاہد الراشدی کی لندن سے واپسی کے بعد ستمبر میں کیا جا رہا ہے جبکہ تعلیمی پروگرام رمضان المبارک کے بعد شروع کرنے کا پروگرام ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اصحاب خیر سے گزارش ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ تعاون فرما کر اس کار خیر میں شریک ہوں

———— رابطہ کے لیے ————

(١) عثمان عمر ہاشمی، کالج روڈ، زیڈ بلاک، پیپلز کالونی، گوجرانوالہ۔ فون ۵۳۷۳۵

(٢) حافظ محمد عمار خان ناصر، مرکزی جامع مسجد (شیرانوالہ باغ) گوجرانوالہ۔ فون ۳۱۹۲۶۳

(٣) فیصل محبوب، سرتاج فین، جی ٹی روڈ، کنگنی والا، گوجرانوالہ۔ فون ۲۷۳۶۹۴